گلستانِ نبوت کے سات پھول

یعنی

حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت یونس، حضرت ایوب، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے مختصر حالات

مصنفہ:۔ امین بھٹی حسنین بھٹی

پبلشرز مکتبہ دین و دنیا ۲۱۸۔ شادباغ لاہور

قیمت تین روپے

بار اول

بی۔اے۔این پبلشرز نے الامان پرنٹنگ پریس
بیرون موری گیٹ لاہور میں چھپوا کر مکتبۂ
دین و دنیا (رجسٹرڈ) لاہور سے
شائع کیا۔

فہرست

عنوان	نمبر صفحہ
حضرت ایوبؑ کی بیماری	۷۰
آزمائش کی انتہا اور حضرت ایوبؑ کی شفایابی	۷۹
حضرت ایوبؑ کا قسم پوری کرنا	۸۳
(۶) حضرت داؤد علیہ السلام	۸۵
طالوت کا بادشاہ بنایا جانا	۸۷
طالوت اور جالوت کا مقابلہ	۹۰
(۷) حضرت سلیمان علیہ السلام	۹۵
حضرت سلیمانؑ کی آزمائش	۹۸
حضرت سلیمان علیہ السلام کا وادی نمل سے گذر	۹۹
ملکہ سبا	۱۰۰
حضرت سلیمانؑ کا خط ملکہ سبا کے نام	۱۰۲
تخت بلقیس کا بیت المقدس آنا	۱۰۵
وفات	۱۰۸
حضرت سلیمانؑ کی دعوت عام	۱۰۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

(۱)

حضرت ہُود علیہ السّلام

حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد قوم عاد وادی احقاف میں آباد ہوگئی۔ اس قوم کو خدا وند تعالٰی نے عادِ اولٰی کا نام دیا ہے۔ اللہ تعالٰی نے ان کو ہر قسم کی دنیوی سہولتیں اور آرام عطا فرما رکھے تھے۔ یہ لوگ بڑے گرانڈیل اور دراز قامت ہوتے تھے اور فن تعمیر میں ان کا جواب نہ تھا۔ وہ لوگ کھیتی باڑی سے بھی خوب واقف تھے۔

قرآن کریم میں خدا وند تعالٰی فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم انسان کو اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اور رو گردانی کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کی بنا پر قوم عاد بھی مغرور ہو کر نافرمان ہو گئی۔

خدا وند تعالٰی نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات

پر فضیلت عطا فرما کر اُسے روئے زمین پر اپنا نائب۔ اور خلیفہ مقرر فرمایا ہے اس لئے جب تک وہ اپنی صحیح انسانی قدریں اپنائے رکھتے ہیں۔ دنیا میں امن و سلامتی سے زندگی گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتے۔ تو انہیں دنیا میں فوقیت اور برتری حاصل رہتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنی پستئ اخلاق کے باعث صحیح راستہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انبیاء کرام بھیجتا ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو درست نہیں کرتے اور اپنی برائیاں ترک نہیں کرتے۔ تو ان کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ اور آخر کار ان کا نام صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے۔ تم حضرت نوح علیہ السّلام کے حال میں پڑھ آئے ہو کہ کس طرح کافروں اور سرکشوں کو ایک عالمگیر سیلاب کے ذریعہ ختم کر دیا گیا۔ اور اس مواخذہ اور عذاب میں

پیغمبر زادے یعنی حضرت نوحؑ کے بیٹے کی پرواہ بھی نہ کی گئی۔ اور اُسے بھی اپنے باپ کے سامنے غرق کر دیا گیا۔

قوم عاد حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے آباد تھی۔ اور دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں فارغ البالی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتی تھی۔ آرام اور تعیّش کی اس زندگی نے ان کو خدا کا باغی کر دیا اور وہ کھلم کھلا اس کی نافرمانی پر اُتر آئے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے مٹی۔ پتھر اور مختلف دھاتوں سے مورتیاں بنانے اور پھر ان کی پوجا شروع کر دیتے۔

حضرت ہُودؑ کی بعثت

اللہ تعالٰی نے اپنی اس گم کردہ راہ مخلوق پر رحم فرمایا۔ اور جہاں انہیں دنیا کا ہر عیش و آرام کا سامان عطا فرمایا تھا۔ ان کے درمیان اپنے ایک اولوالعزم نبی حضرت **هود** علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ وہ غافل اور بےخبر لوگ صرف دنیوی راحتوں اور آسائشوں میں ہی ہمہ تن

مگن نہ رہیں۔ بلکہ آخرت کے ہمیشہ رہنے والے بے مثال اور بے نظیر انعامات اور خوشیوں سے بھی فائدہ اُٹھائیں۔

حضرت ہودؑ کی تقریر

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو بڑے مؤثر اور مشفقانہ طریق سے سمجھایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "دیکھو! میں تمہارا بھائی اور خیر خواہ ہوں۔ اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم کا خیال کرو۔ کہ کس طرح ان کو سرکشی کی سزا دی گئی اور دنیا سے ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ تم اس بات کو سوچو کہ میں اپنے اس وعظ و نصیحت کا تم سے کوئی معاوضہ یا بدلہ طلب نہیں کرتا۔ میں یہ بات محض تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں" تاکہ خدا نہ کرے کہیں تم بھی کسی ایسے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ۔ اس لئے اس بُت پرستی اور شرک کو چھوڑ دو۔ یہ مورتیاں جن کو تم نے اپنا خدا سمجھ رکھا ہے۔ نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتی ہیں۔ نہ

سنوار سکتی ہیں۔ یہ جب اپنے آپ کو ضرر سے نہیں بچا سکتیں تو تمہیں کیسے بچائیں گی۔ خداوند تعالیٰ نے تمہیں اشرف المخلوقات بنایا اور عقل و تمیز بخشی ہے۔ کیا تمہیں اپنے اس فعل کی نامعقولیت سمجھ میں نہیں آتی۔ تم دنیا کی ہزاروں مشکلیں اپنے ناخن تدبیر اور عقل و خرد سے حل کر لیتے ہو لیکن میں حیران ہوں کہ ایسی کھلی اور روشن بات تمہاری عقل میں کیوں نہیں آتی۔ پس اے میری قوم! ایک خدا کو مان لو۔ اسی کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں ہر قسم کی دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکریہ اس کی اطاعت کر کے ادا کرو اور شرک و کفر کر کے ناشکری نہ کرو"۔

قوم عاد کا جواب

حضرت ہودؑ کے ارشادات کے بعد قوم عاد یہ جواب دیتی:

ہم حیران ہیں کہ خدا نے تمہیں کس طرح نبی بنا کر بھیج دیا۔ کیا اُسے کوئی اور معزز آدمی نہیں ملا تھا۔ کہ اس نے ہم ہی میں سے

ایک سیدھے سادے معمولی سی حیثیت کے آدمی کو نبی بنا کر بھیجا۔ اس لئے ہم تو اس بات میں اپنی عار سمجھتے ہیں کہ تم پر ایمان لائیں اور اپنے آپ کو تمہارے متبع کہلائیں۔ ہم یہ کس طرح مان لیں کہ وہ مورتیاں اور بُت جن کو ہمارے آباء و اجداد پوجتے چلے آئے ہیں۔ جھوٹی ہیں۔ اور اب تمہارے کہنے پر اپنے آباء و اجداد کو گمراہ مان کر ان کا طریقہ چھوڑ دیں۔ پھر تیرے پاس اپنے اس دعوے کی تصدیق کے لئے کوئی بیّن دلیل بھی نہیں۔ ہم اندھا دُھند تمہیں اپنا مقتدا اور رہنما مان کر اپنے آپ کو دنیا کی نظروں میں کیوں گرا لیں۔ ہمارا تو خیال ہے کہ تمہارے دماغ میں خلل ہے اور تم دیوانے ہو اور یہ دماغی خلل اور دیوانہ پن ہمارے ان معبودوں کو جھوٹا کہنے کی وجہ سے تم پر مسلّط ہے۔"

الغرض حضرت ہود علیہ السّلام نے اپنی قوم کو مختلف طریقوں سے سمجھایا۔ اور ان کو ہر طرح سے راہ راست دکھانے کی کوشش کی۔

لیکن ہر بار قوم نے وہی جواب دیا۔ جو ہم اُوپر بیان کر آتے ہیں۔
آخر آپ نے تنگ آ کر قوم سے یوں کہا "اے میری ناسمجھ قوم! میں خداوند تعالیٰ اور تم لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ میں تمہارے ان کافرانہ اور مشرکانہ طریقوں سے بیزار ہُوں۔ اور اس ہستی پاک کو اپنا خدا مانتا ہُوں۔ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جو بے پناہ طاقتوں کا مالک اور عدل و انصاف میں بے مثل ہے۔ اور کسی پر بلا وجہ ظلم نہیں فرماتا۔ اور اس بات پر بھی تمہیں گواہ بناتا ہُوں کہ میں نے تم تک خداوند تعالیٰ کا پُورا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں راہ راست پر لانے کی اور خداوند تعالیٰ کے در توحید پر جھکانے کی پوری کوشش کر لی۔ اب اس کے ذمہ دار تم خود ہو اگر راہ راست پر نہیں آؤ گے۔ تو یاد رکھو تم پر بھی خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ جس طرح تم سے پہلی نافرمان قوموں پر نازل ہُوا۔ تم اپنے آپ کو

بہت تنو مند اور مضبوط سمجھتے ہو۔ لیکن یاد رکھو خدا وند تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں۔ کہ تم کو مٹا کر کسی اور قوم کو تمہارا جانشین بنا دے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو"

قومِ عاد کا عذاب طلب کرنا

حضرت ہُود علیہ السلام کے اس فرمان پر قوم نے کہا۔" تو ہمیں ہر روز خدا کے عذاب سے ڈراتا اور دھمکاتا ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اپنے خدا سے کہہ کہ ہم پر عذاب نازل کر دے اور اس کام میں بالکل دیر نہ کرے۔"

حضرت ہود علیہ السلام پر گنتی کے چند آدمی ایمان لائے تھے۔ لیکن وہ بہت غریب اور مفلس تھے۔ قوم عاد کے مغرور اور سرکش اُمراء ان کو بھی ازحد تنگ کرتے اور حضرت ہود علیہ السلام کا بھی مذاق اُڑاتے۔ اس پر غیرت خداوندی جوش میں آئی۔ اور اس بدنصیب قوم کی خواہش کے مطابق عذاب نازل کیا گیا۔

نزول عذاب

آخر ایک دن جبکہ اس غافل قوم کے لوگ دن بھر کی نافرمانیوں اور معصیت کاریوں میں مبتلا رہ کر اپنے گھروں کو واپس آ رہے تھے۔ انہیں مغرب کی طرف افق آسمان پر ایک سیاہ لکیر سی نظر آئی انہوں نے اسے بادل سمجھا اور اس خیال سے بہت خوش ہوئے۔ کہ ابھی یہ گھٹا آسمان پر چھا جائے گی اور جل تھل کر دے گی۔ موسم میں خوشگوار خنکی بھی پیدا ہو جائے گی۔ اور فصلوں کو بھی بہت فائدہ پہنچے گا۔ وہ بیچارے انہی خوش آئند حالات میں خوشی خوشی گھر پہنچے۔ گھروں میں ان کے اہل و عیال بھی یہی خوشیاں منا رہے تھے۔ لیکن ان بےہوشوں کو کیا پتہ تھا۔ کہ یہ گھٹا ان کی خوشحالی کا سبب نہیں بنے گی۔ بلکہ ان کی بربادی کا سامان لائے گی۔ ابھی وہ لوگ گھروں میں داخل نہ ہوئے تھے کہ آسمان پر ہر طرف سیاہی پھیل گئی اور اس قدر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ

دیتا تھا۔ اس اندھیرے میں گہری گہری سُرخی بھی تھی۔ جس سے دل اس قدر خوف زدہ ہو رہے تھے۔ کہ ہر شخص تھر تھر کانپنے لگا۔ ایسا سیاہ بادل اور اس قدر گہری سُرخی اس سے قبل کبھی آسمان پر نہ دیکھی گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہو گئے۔ جو آن بان تیز ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اُن میں اس قدر تیزی اور تُندی پیدا ہو گئی کہ ہر چیز کو اُڑانے لگی۔ یہ بادل نہ تھا بلکہ ایک طوفان تھا۔ جس کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگ مکانوں کے اندر بھاگ گئے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہوا کے ساتھ آسمان سے لاتعداد جن اور عفریت بھی زمین پر اُتر آئے ہیں۔ جو ہر چیز کو تہ و بالا کر دینا چاہتے ہیں۔ آندھی اس قدر تیز ہو گئی کہ مکانوں کی چھتیں اُڑنے لگیں۔ دیواریں گرنے لگیں۔ بدنصیب قوم عاد کے لئے کہیں بھی جائے پناہ نہ تھی۔ باہر نکلتے تو طوفان اُڑا لے جاتا۔ مکانوں کے اندر جاتے تو جان کا خوف تھا

ان کا خیال تھا۔ کہ یہ ہولناک آندھی چند گھنٹوں کے بعد تھم جائے گی یا کم از کم اس کا زور ہی گھٹ جائے گا۔ لیکن وہ آن ہان بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ مکان دھڑا دھڑ گرنے شروع ہو گئے۔ اور جب وہ لوگ جان کے خوف سے باہر نکلے۔ تو ہوا نے ان کو اٹھا لیا۔ اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر مرنے لگے۔ خدا کی پناہ! یہ آندھی نہ تھی بلکہ خداوند تعالےٰ کا عذاب تھا۔ جس کو اس بے سمجھ اور بدنصیب قوم نے خود مانگ کر لیا تھا۔ سات دن اور آٹھ رات تک طوفان کی تیزی میں ذرہ برابر کمی واقع نہ ہوئی۔ لیکن جب تھما تو وہ مغرور اور سرکش قوم جسے اپنی طاقت اور شہزوری پر ناز تھا۔ ختم ہو چکی تھی اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔

حضرت ہود علیہ السلام اُن چند غریب اور سیدھے سادے ایمان دار لوگوں کو ساتھ لے کر طوفان کے آنے سے پہلے بستی سے باہر نکل گئے۔ اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے

ایسی جگہ پر ٹھہر گئے۔ جہاں ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی۔ اور وہ سب کے سب اس خوفناک عذاب سے بالکل محفوظ و مامون رہے۔

طوفان ختم جانے کے بعد وہ لوگ واپس آگئے۔ مغرور قوم کے بُرے انجام کو دیکھ کر انہوں نے خدا سے پناہ مانگی اور اس عذاب سے اپنے بچ جانے پر خداوند تعالیٰ کی جناب میں سجدہ شکر ادا کیا۔ اب وہ لوگ اس جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی ان کو وہاں رہنے سے روکا۔ کیونکہ وہ جگہ ایسی تھی جہاں عذاب خداوندی نازل ہو چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ کے میدان میں رہنا پسند کیا اور وہیں آباد ہو گئے۔

قدرت کی کرشمہ سازیاں

حضرت ہُود علیہ السلام کی قوم عاد میں ایک شخص تھا۔ جس کے ایک بیٹے کا نام شدّاد تھا۔ یہ شخص ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوا۔ اس کی پیدائش کے متعلق روایات میں آتا ہے۔ کہ جب یہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ اس کی والدہ کو

کسی ضروری کام کے لئے سمندری سفر کرنا پڑا۔ ان دنوں سردی کا موسم زوروں پر تھا۔ ایک رات کو جبکہ اس کا جہاز سمندر کی موجوں کے تھپیڑے کھاتا اور پانی کی سطح کو چیرتا جا رہا تھا۔ کہ دفعتہً آسمان پر ابر سیاہ نمودار ہوا۔ جو آناً فاناً چاروں طرف پھیل گیا۔ تھوڑی دیر میں موسلا دھار بارش برسنے لگ گئی اور اولے بھی پڑنے لگے۔ ہوا اس قدر تیز ہو گئی کہ سمندر میں طوفان برپا ہو گیا۔ ملاحوں نے جہاز کو روک دیا۔ ان کے دل کانپنے لگے۔ اور خوف سے چہرے زرد ہو گئے۔ ہوا اور بارش کا زور آن بان بڑھتا چلا گیا۔ اونچی اونچی لہریں اٹھ اٹھ کر جہاز سے ٹکرانے لگیں۔ جن سے جہاز ڈگمگانے لگا۔ رات کی اندھیری۔ طوفان کا شور۔ بارش کا زناٹا بادلوں کی گرج بجلی کی چمک اور سردی کی شدت سب نے مل کر اس قدر خوفناک سماں پیدا کر رکھا تھا کہ ہر شخص تھر تھر کانپنے لگا۔ ملاحوں نے پوری کوشش کی کہ جہاز طوفان سے کم از کم متاثر نہ ہو۔ لیکن کب تک آخر کئی گھنٹوں کی مسلسل تگ و دو کے بعد وہ تھک کر چور ہو گئے۔ طوفان کا زور

بدستور تھا۔ اس لئے وہ تن بتقدیر چپو اور پتوار رکھ کر بیٹھ رہے۔ اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ جہاز کے تختے موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر بالکل ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اور جہاز کے اندر پانی داخل ہونا شروع ہو چکا تھا۔ ہر شخص کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ کہ دفعتاً تیز و تند طوفان کا ایک شدید ریلا آیا۔ جس سے ایک بہت بڑی لہر پیدا ہوئی۔ یہ کئی گز اونچی تھی جو قیامت خیز شور مچاتی ہوئی بڑی تیزی کے ساتھ جہاز کی طرف آئی۔ اس کو پیکر رو کا مقابلہ جہاز کیا کرسکتا تھا۔ اس کی ایک ہی ٹکر نے اُسے پاش پاش کر دیا۔ اس کے تختے اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ ملاح اور مسافر پانی میں غوطے کھانے لگے۔ شدّاد کی ماں کو اتفاقاً ایک تختہ ہاتھ لگ گیا۔ بے چاری جوں توں کر کے اس پر بیٹھ گئی اور سمندر میں ہوا اور طوفان کے زور سے اِدھر اُدھر بہنے لگی:

شدّاد کی پیدائش

خدا کی شان! اسی حالت میں اس بے چاری عورت کے ہاں بچہ (شدّاد) پیدا ہو گیا۔ لیکن ابھی چند لمحے ہی

ہوئے تھے۔ اور وہ بےکس اور بےبس عورت ابھی بچے کو اچھی طرح سنبھال بھی نہ سکی تھی۔ کہ اسے پیغام اجل آ پہنچا۔ اور وہ اپنے لخت جگر اور نورِ نظر کو اس بلا کی سردی۔ رات کی تاریکی اور کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ کر اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی۔

شدّاد کی حالت اس وقت اس قدر قابل رحم تھی۔ کہ ایک روایت کے مطابق ملک الموت کو بھی اس پر رحم آ گیا۔ لیکن جس کو راکھے سائیاں مار نہ سکے کو، خداوند تعالیٰ نے اس نوزائیدہ بچے کو اس انتہائی قابل رحم حالت میں بھی محفوظ رکھا۔ اس کا تختہ موجوں کے تھپیڑے کھاتا اور بہتا ہوا کنارے پر جا لگا۔

اتفاق سے علی الصبح ایک ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے کے لئے ساحل سمندر پر آیا۔ اس نے شدّاد کو تختے پر لیٹے اور اپنی مردہ ماں کی چھاتی سے لگے ہوئے انگوٹھا چوستے دیکھا۔ ساحل سمندر پر آتے ہوئے اُسے عمر گذر چکی تھی۔ اور اکثر اوقات ایسے نظارے بھی اُس کے سامنے آتے تھے۔ کہ ٹوٹے پھوٹے

جہازوں کے تختے بہتے ہوئے کناروں پر لگے ہوتے ہیں۔ جن پر غرق شدہ مسافروں کا سامان یا ان کے مُردے پڑے ہیں۔ لیکن یہ صورت اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ کہ ایک نوزائیدہ بچہ اس قدر بلا کی سردی۔ موسلا دھار بارش اور فراٹے بھرتی ہوئی آندھی میں محفوظ رہا ہو۔ مگر قدرت کا یہ حیرت انگیز کرشمہ اس کے سامنے تھا۔ پہلے تو وہ تصویر حیرت بن کر دیکھتا رہا۔ وہ بے اولاد تھا۔ اور دنیا کے اس میٹھے میوے سے محروم۔ دفعتہً اس کے دل میں ایک خیال آیا۔ اور اُس نے آگے بڑھ کر بچے کو اُٹھا لیا اور کپڑے میں لپیٹ کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور دل میں کہا۔ "دیوتاؤں نے میری قابل رحم حالت پر ترس کھا کر یہ بچہ محفوظ رکھا اور پھر اس تختہ کو اس مقام پر کنارے سے لگایا۔ جہاں میں مچھلیاں پکڑتا ہوں۔ تاکہ میں اُسے اُٹھا کر بیٹا بنا لوں۔ اور اپنے دل کو خوش کر کے زندگی بھر کی حسرت پوری کر سکوں۔

اب مچھلیاں پکڑنے کا کام اسے بھول گیا

اُس نے سارا سامان وہیں رکھا اور بچّے کو لے کر بھاگا بھاگا گھر گیا۔ جو قریب ہی کسی گاؤں میں تھا بچے کو اپنی بیوی کی گود میں دیتے ہوئے کہنے لگا "لے ہمارے دیوتاؤں نے ہمیں فرزند دیا ہے۔ اسے چھاتی سے لگا اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ اُس کے بعد اُس نے مختصر الفاظ میں تمام واقعہ بیوی کو سُنایا۔ اور پھر عورت کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے ساحل سمندر کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک مناسب مقام پہ گڑھا کھودا۔ اور اس عورت کو اس میں دفن کر کے اپنا سامان لیتا ہوا واپس چلا گیا۔

دونوں میاں نہایت محنت اور شوق سے بچے کو پالنے لگے۔ انہوں نے اس کا نام شدّاد رکھا۔ روایات میں آتا ہے کہ شدّاد پرلے درجے کا ہوشیار و چالاک اور ذہین تھا۔ بچپن ہی سے اس سے ایسی باتیں سرزد ہوتیں کہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے اور دل میں کہتے "معلوم نہیں یہ بڑا ہو کر کیا آفت کا پرکالہ بنے گا"

ایک روز شدّاد اپنے دوستوں اور ہمجولیوں

کے ساتھ گاؤں سے باہر کھیل رہا تھا۔ کہ اس کے قریب سے کسی بادشاہ کی فوج کے سپاہی گذرے ان سپاہیوں میں سے ایک کے پاس ایک خاص قسم کا سُرمہ تھا۔ جس کے متعلق اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔" بھائی میرے پاس ایک سرمہ ہے۔ جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اُسے آنکھوں میں ڈال لیا جائے۔ تو زمین کے تمام خزانے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ لیکن میں نے اُسے آزمایا نہیں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے استعمال سے الٹا آنکھوں جیسی نرم و نازک اور ضروری حصۂ بدن کو نقصان نہ پہنچ جائے۔" اس کے دوست نے کہا۔" اس سرمہ کو کسی اور کی آنکھ میں ڈال کر آزما لو۔ اگر درست ہوا تو پھر تم بھی بلا کھٹکے استعمال کر لینا۔ ورنہ اُسے ضائع کر دینا۔

شدّاد اور اس کے ساتھی کہیں قریب ہی کھیل رہے تھے۔ اُس سپاہی کے ساتھی نے شدّاد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔" دیکھو! وہ بچہ کیسا ہوشیار ہے۔ اس کی آنکھوں میں ڈال کر آزما لو۔ اس سپاہی نے شدّاد کو بُلایا اور کچھ دلاسا اور انعام دے کر

اس کی آنکھوں میں وہ سرمہ ڈال دیا۔ شداد پہلے تو بہت خائف ہوا۔ لیکن سرمہ ڈالے جانے کے بعد جب اس نے زمین پر نگاہ ڈالی۔ تو اُسے اندر سے مخفی خزانے نظر آنے لگے۔ شداد تھا تو بچہ لیکن غضب کا عیار اور ہوشیار تھا۔ اُس نے اس سپاہی سے وہ تمام سرمہ ہتھیا لینے کے لئے یہ تجویز نکالی کہ جھٹ زور زور سے چلانا اور چیخنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگا۔ "لوگو! خدا کے لئے دوڑو۔ اس سپاہی نے میری آنکھوں میں یہ کیسا سرمہ ڈال دیا ہے کہ درد کی شدت سے آنکھ نکلی جا رہی ہے!" گاؤں کے لوگ اس کا شور سن کر بھاگے آئے تو اس سپاہی نے اس خیال سے کہ وہ سرمہ نقصان دہ اور ضرر رساں چیز ہے۔ وہیں پھینک دیا۔ اور خود کہیں بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ تاکہ کہیں تصادم نہ ہو جائے۔ بس اب کیا تھا

شداد کی دولت حشمت اور عروج

شداد نے دوڑ کر جھٹ وہ پڑیہ اُٹھا لی اور گھر کی طرف بھاگ گیا۔ اب وہ ہر روز سرمہ آنکھوں میں ڈال ڈال

کر خزانے نکالنے لگا۔ یہاں تک کہ امیر کبیر بن گیا۔ مال و دولت۔ نوکر چاکر۔ خدم و حشم کی فراوانی ہوگئی۔ آخر ترقی کرتا بادشاہ بن گیا۔ اور نہ صرف اپنے ملک کا بلکہ ایک بہت سے وسیع علاقے کا واحد فرماں روا بن بیٹھا۔ اب تو اس کے غرور اور نخوت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ آخر اپنے آپ کو خدا کہلانے لگا۔ اور حضرت ہُود علیہ السلام کا زبردست مخالف ہوگیا ؎

شدّاد کا جنّت تعمیر کرنا

حضرت ہُود علیہ السلام اپنے وعظوں میں لوگوں سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو لوگ خدا وند تعالےٰ پر ایمان لائیں گے۔ انہیں جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ جس میں سونے چاندی اور قیمتی جواہرات کے مکانات ہوں گے۔ اس میں جابجا سرسبز باغات ہوں گے۔ جن میں عمدہ قسم کے پھلوں اور رنگا رنگ پھولوں سے لدے ہوئے درخت ہوں گے۔ ان باغات میں مصفےٰ اور ٹھنڈے میٹھے پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔ اور جنتیوں کی خدمت کے لئے خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں اور لڑکے ہوں گے۔

شدّاد نے اس جنّت کے مقابلے میں ایک جنّت
بنانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں
کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا۔ تاکہ ہر
جگہ سے سونا چاندی اور جواہرات اکٹھے کر کے اس
کے پاس بھیج دیں۔ اس نے تاکید کر دی کہ کسی
شخص کے پاس ان چیزوں میں سے ذرہ بھی برابر
باقی نہ رہے۔ چنانچہ کارندوں نے نہایت سختی سے
بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور لوٹ کھسوٹ اور
مار دھاڑ کی۔ اور ان چیزوں کو اکٹھا کر کے دارالخلافہ
میں بھیج دیا۔ شدّاد کے پاس پہلے بھی سونے
چاندی اور جواہرات کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اس
نے وسیع پیمانے پر کام شروع کروا دیا۔ آخر کئی
سالوں کے بعد کروڑوں اور اربوں روپیہ کے
خرچ سے اُس نے جنّت تیار کروا لی جس میں
جواہرات اور سونے چاندی کے بے شمار محلّات
تھے۔ پھر اُس نے اپنے کارندوں کو حکم دیا۔ کہ
وہ ہر جگہ پھیل جائیں اور خوبصورت لڑکیوں اور
لڑکوں کو ان کے والدین سے چھین کر اس کے
پاس بھیج دیں۔ تاکہ انہیں جنّت میں خدمتگذاری

کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ شدّاد کا اشارہ پاتے ہی اس کے ظالم اور سنگ دل کارندوں نے اس کام کو بھی خوب سختی سے سرانجام دیا۔ اور ہزاروں لاکھوں بچّے والدین سے چھین کر بادشاہ کے پاس لے آئے۔

الغرض ایسے جابرانہ، سفّاکانہ اور قاہرانہ طریقوں سے شدّاد کی جنّت مکمل ہوگئی۔ شدّاد نے اپنی اس دُھن کو پُورا کرنے کے لئے لاکھوں انسانوں پر ظلم کئے۔ جن کی آہوں کے دھوئیں نکل نکل کر عرش الٰہی تک جانے لگے۔

جنّت مکمل ہوگئی۔ تو شدّاد کو اطلاع دی گئی اور کارندوں نے درخواست کی کہ بادشاہ سلامت اُسے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ خوش خبری سن کر شدّاد کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے حضرت ہود علیہ السّلام کے خدا کی جنّت کے مقابلے میں جنّت بنائی تھی۔ اس کا خیال تھا۔ کہ اب اُس کے دعوائے کو جھٹلایا جا سکے گا۔ لیکن اس بے چارے کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اب بھی اس کی حیثیت خداوند عالم کے مقابلے میں ایک

پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں۔ اور وہ اس کے سامنے بالکل اسی طرح عاجز اور حقیر ہے۔ اس کا مال و دولت اس کی شان و شوکت اور جاہ و جلال اُسے خدا کی گرفت سے ایک لمحہ کے لئے بھی بچا نہ سکے گا۔

الغرض اُس نے کارندوں کی درخواست پر جنّت دیکھنے کا ارادہ کیا۔ اور بڑے ٹھاٹھ باٹھ اور کرّ و فر سے وہاں جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ درباریوں اور اُمَرا و وزرا نے اس تقریب کے لئے شان دار لباس بنوائے۔ آخر ایک دن شاہانہ جاہ و جلال اور نہایت خوبصورت جلوس کی صورت میں وہ باغ کی طرف روانہ ہوا۔ شدّاد پہلے ہی بہت مغرور اور سرکش تھا۔ اس کامیابی پر وہ اور بھی بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے لگا۔ لیکن کارکنانِ قضا و قدر اس کی ان لن ترانیوں اور ژاژ خائیوں پر متبسم ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ غافل بادشاہ! تو اپنے آپ کو بزعمِ باطل خدا سمجھ بیٹھا ہے اور تیرا خیال ہے کہ اب لوگ تیری خدائی کے قائل ہو جائیں

گے۔ لیکن دیکھ یہی خوشی اور سرور کے سامان بے بنیاد تیرے لئے موجب حسرت اور ندامت بنیں گے۔
الغرض شدّاد باغ کے دروازے پر پہنچا۔ خدّام اور اُمراء و وزراء کی ایک کثیر تعداد اُس کے ساتھ تھی۔ دروازے میں داخل ہو کر اُس نے گھوڑے سے اُترنا چاہا۔ تاکہ باغ کی سیر پیدل کرے۔ لیکن ابھی اُس نے ایک ہی پاؤں رکاب سے نکالا تھا۔ کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ اس کی حرکتِ قلب بند ہوگئی۔ اور وہ اسی حالت میں مرگیا۔
آہ ظالم شدّاد! تو نے کن حسرتوں اور ارمانوں بھرے دل سے اس باغ کی تعمیر کی تھی۔ تو نے اپنے خزانے خالی کر دیئے۔ سونا، چاندی، جواہرات اور خوبصورت لڑکے اور لڑکیاں حاصل کرنے کے لئے لوگوں پر وحشت ناک سختیاں کیں۔ لیکن تیری حیثیت خداوند تعالیٰ کے ہاں پھر بھی ایک کمزور، ناتواں اور بےبس مخلوق سے بڑھ کر نہ ہو سکی۔
غور کا مقام ہے کہ یہ وہی شدّاد تھا جس

کی پیدائش کے حالات اس قدر دردناک تھے۔ کہ حضرت عزرائیلؑ کا دل بھی پسیج گیا۔ لیکن جب وہ اس کس مپرسی سے بچا لیا گیا۔ اور خدا نے اُسے مال و دولت کی فراوانی دی۔ تو اس قدر مغرور و سرکش ہو گیا۔ کہ اسی منعم حقیقی کے مخالف ہو گیا۔ جس نے اس کو ایسی قابلِ رحم حالت میں محفوظ رکھا۔ اور پھر اُس کو ہفت اقلیم کی بادشاہت دی۔

روایات میں آتا ہے۔ کہ کسی بزرگ نے خواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ تو اُس سے دریافت کیا۔ کہ "تو جہاں اور جس گھر میں جاتا ہے۔ ہر جگہ صفِ ماتم بچھ جاتی ہے۔ اور لوگ درد آمیز لہجہ میں رونا اور چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا تمہیں بھی کبھی رحم آیا۔"

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے شداد کی پیدائش اور مرنے کے اوقات کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ "اس شخص کی پیدائش اور موت کے حالات اس قدر رقت خیز اور دردناک تھے۔ کہ مجھے بھی اس وقت رحم آگیا۔"

روایات میں آتا ہے۔ کہ شدّاد کے مرنے کے بعد ایک فرشتے نے حکم خداوندی سے ایک ایسی کرخت اور سخت آواز نکالی۔ کہ اس کے تمام ساتھی بھی وہیں مر گئے۔ اور اس کے باغ کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ چنانچہ آج صفحہ ہستی پر نہ شدّاد کا کوئی نشان باقی ہے نہ اس کے باغ کا۔ البتہ لوگوں کی عبرت کے لئے اس کا تذکرہ باقی ہے ⁂

---

(۲)

حضرت صالح علیہ السّلام

ہم پیچھے لکھ آئے ہیں۔ کہ قوم عاد کی تباہی و بربادی کے بعد جو لوگ بچ گئے۔ وہ حجاز اور شام کے درمیان وادیٔ قریٰ میں آباد ہو گئے۔ ان لوگوں کو قوم عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔ لیکن بعد میں انہوں نے اپنے کسی بزرگ کے نام پر اپنا نام بدل کر قوم ثمود رکھ لیا۔

پہلے پہل تو یہ لوگ درست رہے اور حضرت

ہود علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کر کے صحیح طور پر زندگی بسر کرتے رہے۔ ان کے دماغ میں قوم عاد کی تباہی اور بربادی کے نقش موجود تھے۔ انہیں معلوم تھا۔ کہ یہ سب افتاد خداوند تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے نبی کے ارشادات کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں ان پر پڑی تھی۔ جب تک ان میں وہ لوگ موجود رہے۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس بدنصیب قوم کی تباہی اور بربادی کا دردناک نقشہ دیکھا تھا۔ اس وقت تک تو یہ لوگ بالکل درست رہے۔ نہایت پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ اور اُن لوگوں میں کمی آتی گئی۔ تو ان کے حالات میں بھی تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ جب ایک صدی کے قریب گذر گئی۔ تو یہ قوم بھی سرتاسر نافرمان اور سرکش ہوگئی۔ انہوں نے کھلم کھلا خدائی احکام کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ اور شرک اور بت پرستی میں لگ گئے۔

خداوند تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ قوم بھی

مغرور اور گنہگار ہو چکی ہے۔ اور انہوں نے نہ صرف حضرت ہود علیہ السلام کے مواعظ حسنہ ہی بھلا دیئے ہیں۔ بلکہ عام انسانی اخلاق بھی گم کر چکی ہے۔ اور دنیا میں فتنہ و فساد پھیلا رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان انہی میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبہ پیغمبری پر سرفراز فرمایا۔ تاکہ وہ ان گمراہوں کو راہ راست دکھائیں۔ اور ان کو بد اعمالیوں کے بُرے انجام سے ڈرا کر نیک اور پاک بنانے کی کوشش فرمائیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر طرح سے سمجھایا۔ اور پوری پوری کوشش کی۔ کہ وہ سیدھی راہ پر آ جائیں۔ آپ نے فرمایا " اے میری قوم! تم عاد کا حال دیکھ چکے ہو۔ کہ جب انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نافرمانیوں سے منہ موڑا۔ اور اس کے پیغمبر کی نصیحت قبول نہ کی۔ تو ان پر ایسا سخت ترین عذاب نازل کیا گیا۔ کہ آج صفحہ ہستی پر ان کا نام و نشان بھی موجود نہیں۔ اور تمہارے آباء و اجداد کو اس عذاب سے اس لئے محفوظ رکھا۔ کہ وہ حضرت ہود علیہ السلام پر

ایمان لا کر ان کے تابع فرمان تھے۔ لیکن افسوس کہ آج تم بھی خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کے گڑھے میں گر گئے ہو۔ اور اس کے احسانات اور انعاموں کی ناشکری کر رہے ہو۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے اپنے طور طریقے نہ بدلے اور میری نصیحتوں پہ کان نہ دھرے۔ تو تم پہ بھی عذاب خداوندی نازل ہوگا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اس درد بھری آواز کا اس ضدی قوم پہ مطلق اثر نہ ہوا۔ بلکہ ان کا تکبّر و غرور اور بڑھ گیا۔ اور وہ آپ کا تمسخر اڑانے لگے۔ انہوں نے کہا۔" اگر ہماری یہ دولت قوت اور حشمت' ہمارے یہ مال و املاک ہماری یہ کھیتیاں اور باغات تمہارے خدا کے عطا کردہ ہیں تو پھر یہ لوگ جو تمہارے کہنے پہ خدا کو مانتے ہیں۔ کیوں مفلس اور قلاش ہیں۔ تمہارے خدا نے اپنے ان ماننے والوں کو ان نعمتوں سے مالا مال کیوں نہیں کر دیا۔ اس کے برعکس ہم تو یہ مانتے ہیں۔ کہ ہم پر جو احسانات اور انعامات ہیں۔ یہ ہمارے اپنے دیوتاؤں کے عطا کردہ ہیں۔ اس لئے جو لوگ ان کے مخالف اور دشمن ہیں۔ وہ ذلیل و خوار

اور مفلس و قلاش ہیں۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ دنیوی عیش و عشرت تمہارے نزدیک تو ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جو انسان بھی اس دنیا میں آیا ہے۔ خواہ وہ کسی طبقے اور کسی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک دن اُسے اس ناپائیدار دُنیا کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور اُس کے بعد اُسے ایک ایسے عالم میں جانا ہوگا۔ جسے فنا نہیں۔ بلکہ اُسے بقا اور ہمیشگی حاصل ہے۔ یہ دُنیا کی چند روزہ زندگی تو ایک سائے کی طرح ہے جو آیا اور چلا گیا۔ ابدی اور ہمیشہ کی زندگی تو وہی ہے۔ اس لئے خدائے واحد کے ماننے والے اس دنیا کی زندگی کو فانی سمجھتے ہوئے اس کی کوئی پروا نہیں کرتے وہ اس اُخروی زندگی کے سنوارنے کی فکر کرتے ہیں۔ اور وہاں کے عیش و آرام کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ وہاں کی ابدی زندگی کو آرام و سکون سے گذار سکیں۔ خداوند تعالیٰ بھی ان کی خواہش اور طلب کے مطابق ان کو اس

زندگی کے اموال و متاع میں زیادہ منہمک نہیں ہونے دیتا۔ اور ان کے نیک اعمال کے بدلے میں ان کے لئے وہاں کے انعامات اور سرور و آرام کے سامان مہیا فرما دیتا ہے۔ اور اس کے برخلاف کیونکہ اس کے منکروں کا منتہائے نظر اس دنیا کا سامان تعیش ہے۔ اس لئے وہ انہیں دولت و حشمت بکثرت دیتا ہے۔ تاکہ شاید وہ لوگ ان نعمتوں کی شکر گذاری میں ہی اس کے آگے جھک جائیں۔ اس لئے یاد رکھو کہ اس دولت اور شان و شوکت پر گھمنڈ نہ کرو۔ جتنی ان کو دے سکتی ہے وہ چھین بھی سکتی ہے۔ اور پھر اس ناشکر گذاری کے بدلے میں عذاب عظیم میں بھی مبتلا کر سکتی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اس تقریر دلپذیر کا بھی ان سرکشوں کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ آن بان اپنی نافرمانی اور گمراہی میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ مگر اس کے باوجود حضرت صالحؑ مایوس نہ ہوئے۔ اور پوری سرگرمی اور تبلیغ سے بالکل بے پروا ہو کر اسی شغف اور استقلال سے اپنے کام میں لگے رہے۔

قوم ثمود نے بھی ان کے مقابلے کے لئے کمر کس لی۔ ان کو یہ چیز سب سے زیادہ دُکھ دیتی تھی۔ کہ ان جیسے اُمرا اور رؤسا کو چھوڑ کر خدا نے ایک غریب اور مفلس شخص کو نبی بنا دیا۔ اس لئے وُہ ان کو اور ان کے نام لیواؤں کو سخت سے سخت اور ظالمانہ طریقوں سے روحانی اور جسمانی اذیتیں دینے لگ گئے۔ آخر ایک دن وُہ کسی ایسی جگہ جمع ہوئے۔ جہاں پر سخت رازداری کے مشورے کیا کرتے ہیں۔ جب سب لوگ آگئے تو ان کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا۔ اور سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا۔ حضرت صالحؑ سے کوئی مشکل اور کٹھن سا معجزہ طلب کیا جائے۔ "تاکہ وُہ اُسے ظاہر نہ کر سکیں اور ہماری فتح ہو جائے۔"

اس قرارداد کے مطابق انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ حضرت صالح علیہ السلام سے کہا جائے۔ کہ وُہ اُن کے سامنے پہاڑ سے ایک اونٹنی ظاہر کریں۔ جو ان کے دیکھتے دیکھتے بچہ جنے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی اس بات کو قبول فرما لیا اور خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں

دُعا فرمائی۔ حضرت صالحؑ کی دُعا قبول ہوئی۔ اسی وقت بارگاہِ صمدیت سے آواز آئی۔ اے میرے نبی! میں تیری قوم کے مطالبے کو پورا کروں گا۔ اور ان کی خواہش کے مطابق اونٹنی پیدا ہو جائے گی۔ اور بچّہ بھی جنے گی۔ لیکن تو ان کو متنبہ کر دے۔ کہ اس سے کسی قسم کی بدسلوکی نہ کریں اور نہ اس کو ماریں۔ اس کے دودھ کے سوائے ان کی کوئی چیز ان پر حلال نہیں۔

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے سامنے یہ بات پیش کی۔ تو تمام لوگوں نے متفقہ طور پر اقرار کر لیا۔ کہ وہ اس اونٹنی کو کسی قسم کا دُکھ نہ دیں گے۔

قوم کے اقرار کر لینے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے دوبارہ درخواست کی۔ تو خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا۔ لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک مہیب آواز آئی۔ جس سے ایک بڑا سا پتھر شق ہو گیا۔ اور اس میں سے ایک بہت بڑے قد و قامت کی اونٹنی برآمد ہوئی۔ ایک گھنٹہ کے بعد اُس نے لوگوں کے سامنے

ہی بچہ جنا۔ پھر اُسی جگہ پر ایک چشمہ ظاہر ہوگیا اور زمین سے گھاس اُگ آئی۔ اونٹنی اور اُس کے بچے نے وہاں سے پانی پیا اور گھاس کھانا شروع کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اس معجزہ کے ظہور کے بعد فرمایا۔ "اے قوم! اب تو تمہارا یہ مطالبہ بھی پورا ہوگیا۔ کہو اب تمہیں خدا وند تعالےٰ کی ذات پر ایمان لانے میں کون سی چیز مانع ہے؟" اس ضدی قوم کو جواب تو کوئی نہ بن آیا۔ لیکن پھر بھی وہ ایمان نہ لائی اور بدستور اپنے انکار اور کفر پر جمی رہی۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ "میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس اونٹنی کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنا۔ اس سے نفع اُٹھاؤ۔ تمہارے لیئے اس میں بہت برکتیں ہیں۔ لیکن اگر تم نے ناشکری کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس نشانی کو کسی قسم کا ضرر پہنچایا۔ تو یاد رکھنا کہ پھر تمہیں ایسا سخت عذاب دیا جائے گا۔ جو قیامت تک کے لئے لوگوں کے واسطے باعث عبرت ہوگا۔

قوم نے پھر اقرار کیا۔ چنانچہ اونٹنی آزادی سے جنگلوں اور کھیتوں میں چرنے لگی اور چشموں سے پانی پینے لگی۔ لیکن قوم ثمود کے جانور اس سے خوف کھا کر بھاگ جاتے تھے اور گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے باریاں مقرر کر دیں۔ یعنی ایک دن لوگوں کے مویشی کھاتے پیتے، دوسرے دن وہ اونٹنی اور اس کا بچہ۔ اس طرح کئی سال گذر گئے۔ لوگوں نے اس اونٹنی سے بالکل کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔ بلکہ اس کی خاطر تواضع اور اس سے محبت کرتے رہے۔ وہ اس قدر دودھ دیتی تھی۔ کہ تمام قوم اس کی تجارت سے امیر کبیر بن گئی۔ آخر اس بدنصیب قوم کی بدبختی رنگ لانے لگی۔ پہلے کچھ لوگ اونٹنی کے متعلق شکایتیں کرنے لگے۔ یہ شکوے نفرت سے بدل گئے اور کئی لوگ ایسے پیدا ہو گئے۔ جو اس کو نقصان پہنچانے کی تجویزیں کرنے لگے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو معلوم ہوا۔ تو آپ بہت متاسف ہوئے۔ اور ان کو منع کرنے لگے اور عذاب خداوندی سے ڈرانے لگے۔ لیکن جو پیشانی میں لکھی ہے پیش آتی ہے کے مصداق ان بد

کسی بات کا اثر نہ ہوا اور ان میں اونٹنی کے خلاف غصہ اور نفرت کے جذبات بدستور بڑھتے گئے۔ آخر ایک منحوس اور بدبخت شخص قیدار بن سالف نے چند آدمی اپنے ساتھ لئے اور شراب سے بدمست ہوکر جس نے ان کے ہوش و حواس کھو دیئے تھے اونٹنی پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ پانی پینے کے لئے سر جھکائے کھڑی تھی۔ سب مردود اس پر یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ جس سے وہ سخت زخمی ہوکر گر گئی۔ اس کا بچہ چیختا ہوا بھاگا ظالموں نے اس کا تعاقب کیا تاکہ اس کو بھی ٹھکانے لگائیں۔ لیکن وہ اسی پتھر میں داخل ہوکر غائب ہوگیا۔ جہاں سے اس کی والدہ نکلی تھی۔

روایات میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیدار بن سالف کو جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا۔ پہلے زمانے کے لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت فرمایا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب اونٹنی کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ تو آپ کو اس قدر غم اور رنج پہنچا۔ کہ آپ کے آنسو آ گئے۔ اور فرمایا

اے بدبخت قوم! آخر تیری بدنصیبی رنگ لائی۔ اور تجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ اب تو اس دنیا میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکے گی۔ تمہیں عذاب خداوندی ہلاک و برباد کر دے گا۔ اس عذاب کی علامت یہ ہوگی۔ کہ پہلے دن سب کے چہرے سرخ دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہوجائیں گے پھر اس کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف سے وہ عذاب آئے گا۔ جس سے تم سب کے سب برباد ہو جاؤ گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہلے دن قوم ثمود کے چہرے سرخ ہوگئے، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ غافل اور بدنصیب لوگ ان علامتوں سے ہی خائف ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے آ جاتے۔ اُلٹا ان کو شہید کرنے کے لئے بھاگے۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے اس زور سے ایک چیخ ماری کہ قوم ثمود کا ہر وہ شخص جو حضرت صالح علیہ السلام کا انکار کرتا اور ان کی ہنسی اُڑاتا تھا۔

وہیں کا وہیں ڈھیر ہوگیا۔ لیکن وہ لوگ جو آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ اس آواز کے اثر سے محفوظ رہے۔

قوم ثمود کی تباہی کے بعد اس کے بچے کھچے لوگوں کو لے کر حضرت صالح علیہ السلام فلسطین میں جا آباد ہوگئے ۔

---

(۳)

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ہی شہر سدوم میں حضرت لُوط علیہ السلام نبوّت اور رسالت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس شہر اور اس کے گرد و نواح کے چند شہروں کے لوگ خداوند تعالیٰ کے بہت زیادہ نافرمان ہو چکے تھے۔ اس نافرمانی کے علاوہ یہ لوگ بہت بے حیا اور پرلے درجہ کے بدکار اور فاسق و فاجر بھی تھے۔ بنی نوع انسان پر ظلم ڈھانا۔ چوری اور

ڈاکہ زنی سے دوسروں کے مال و املاک کو ہتھیا لینا یہ ان لوگوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کی روح انسانی اور ضمیر اس قدر مردہ اور مضمحل ہو چکی تھی۔ کہ اپنے کئے پر پشیمان بھی نہ ہوتے تھے۔ اور کبھی اپنے فسق و فجور پر ندامت یا شرمندگی کا اظہار نہ کرتے۔ بلکہ جوں جوں دن گذرتے جاتے ان کی شناعتوں اور بدمعاشیوں میں ترقی ہوتی جاتی۔

حضرت لوط علیہ السلام کو اسی قوم کی ہدایت کے لئے مامور فرمایا گیا۔ جو بدیوں اور بدکرداریوں کے نشے میں اس قدر مست اور بے خود تھی۔ کہ ان پر کسی کی وعظ و نصیحت کا اثر نہ ہوتا۔ بلکہ جو شخص ان کو اس بے راہ روی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور ان کو نصیحت کرتا۔ تو وہ اس کے دشمن ہو جاتے اور اس کی ہنسی اور مذاق اڑاتے اور کہتے اگر تم ہمیں فاسق و فاجر اور بے حیا کہتے ہو اور خود بہت پرہیزگار اور صاف باطن بنتے ہو۔ تو ہمارے شہر سے کہیں دور چلے جاؤ۔ تاکہ کہیں تم پر بھی ہماری برائیوں اور بد اعمالیوں کا اثر نہ ہو جائے۔

آخر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے اُسے عذابِ خداوندی سے ڈرانا شروع کیا۔ اور پہلی سرکش اور نافرمان قوموں کی تباہی اور بربادی کے حالات سُنائے۔ آپ نے حضرت نوحؑ اور حضرت صالحؑ کی قوموں کے تمام واقعات ان کے سامنے بیان کئے اور فرمایا "اگر تم بھی اپنی بد اعمالیوں پر قائم رہوگے اور اپنے فسق و فجور سے باز نہ آؤ گے۔ تو تمہیں بھی ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا جائے گا" لیکن ان کے کفر و طغیان میں کچھ فرق نہ آیا۔ بلکہ وہ لوگ بالکل بے خوف اور نڈر ہو کر کہنے لگے "اے لوط (علیہ السلام) اگر تم اپنے بیان میں سچے ہو تو اپنے خدا سے کہو کہ وہ ہم پر بھی عذاب نازل کر دے۔

غضب خداوندی

حضرت لوط علیہ السلام جب ہر طرح سے ان بدنصیب لوگوں کو سمجھا بجھا اور ڈرا چکے تو آخر ایک دن آپ نے تنگ آکر ان کے لئے نزول عذاب کی دعا کر دی۔ خداوند تعالیٰ نے آسمان سے چند فرشتے بھیجے۔ تاکہ حضرت لوط علیہ السلام کو مطلع کریں

کہ ان کی دعا کے مطابق اس قوم پر نزولِ عذاب ہونے والا ہے۔ یہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے تولّد کی بشارت دی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال سے زیادہ تھی اور آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ سارہ بھی اس قدر عمر پا چکی تھیں۔ کہ آپ اولاد سے مایوس تھیں۔ چنانچہ انہوں نے فرشتوں سے تولّد فرزند کی بشارت سن کر کہا۔ "ہیں! میرے ہاں کیسے بیٹا ہو سکتا ہے۔ جب کہ میں بانجھ ہو چکی ہوں اور میرے خاوند بہت زیادہ عمر کے ہو گئے ہیں۔" اس پر فرشتوں نے کہا۔ "محترمہ! خداوند تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے آگے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ اُسے تو صرف کُنْ (ہو جا) فرمانا پڑتا ہے۔ اور تمام کام اس کی منشار کے مطابق ہو جاتے ہیں۔"

بشارت دینے کے بعد جب فرشتے رخصت ہونے لگے۔ تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بتایا۔ کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستی پر عذاب نازل ہونے

کی خبر دینے جا رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل اور رحیم نبی تھے۔ آپ نے نزول عذاب کی خبر سُنی تو کانپ گئے۔ اور فرشتوں سے جھگڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! اس بستی میں تو خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ ان کی موجودگی میں اس بستی پر کس طرح عذاب دیا جائے گا۔" فرشتوں نے کہا۔ "بیشک ہمیں بھی اس بات کا علم ہے کہ وہاں حضرت لوط علیہ السلام موجود ہیں۔ لیکن نزولِ عذاب سے پہلے ان کو ان کے اہل و عیال اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیا جائے گا۔ اور انہیں اس بستی سے نکل کر ایک محفوظ مقام پہ پہنچ جانے کا موقع دے دیا جائے گا۔ لیکن ان کی بیوی کو وہیں رہنے دیا جائے گا۔

فرشتوں کا یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان تو حاصل ہوگیا۔ لیکن پھر بھی اس بدنصیب قوم کے لئے آپ کا دل بے قرار رہا۔ آخر مجبوراً خاموش ہوگئے اور مزید کچھ نہ کر سکے۔

اس کے بعد فرشتے حضرت ابراہیم سے رخصت ہو کر حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا تو بہت گھبرا گئے۔ انہیں اپنی قوم کی بداخلاقی اور فسق و فجور کا حال اچھی طرح معلوم تھا۔ انہیں خدشہ تھا کہ وہ کہیں ان کے مہمانوں کو پریشان نہ کریں اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ مہمانوں کو ٹالنا ان کے نزدیک ایک بہت معیوب کام تھا اور ان کو اپنے ہاں ٹھہرانا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس لئے آپ متفکر ہو گئے۔ اور مہمانوں کی خاطر تواضع میں لگ گئے۔ آپ نے بہت کوشش کی کہ ان خوبصورت لڑکوں کا ان کے ہاں آنے کا حال کسی کو معلوم نہ ہو۔ لیکن آپ کی بیوی اٹھی اور اس نے تمام شہر کے باشندوں کو خبر کر دی۔

بس پھر کیا تھا۔ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگے۔ آپ نے اس خوف سے کہ وہ ان کے مہمانوں پر کسی قسم کی دست درازی نہ کریں مکان کے دروازے بند کر دیئے۔ تھوڑی دیر میں سینکڑوں اشخاص جمع ہو گئے۔ ہر شخص کا

مطالبہ یہ تھا کہ لڑکوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے

حضرت لوط علیہ السلام سخت مضطرب اور بے قرار تھے۔ بدکردار قوم کے افراد اس کثرت سے ان کے مکان کے گرد جمع ہو گئے۔ کہ آپ اکیلے ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ یوں تو آپ نے ان کو بہتیرا سمجھایا۔ ان کو اخلاق۔ تہذیب کا واسطہ دیا۔ اور بہت منت سماجت کی۔ کہ کسی طرح وہ ٹل جائیں اور مہمانوں کی نظروں میں اُن کی رُسوائی نہ ہو۔ لیکن ان پر بدبختی اور بد نصیبی کا اس قدر غلبہ تھا۔ کہ وہ بالکل نہ مانے اور اسی مطالبہ پر اڑے رہے کہ لڑکے ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔

جب حضرت لوط علیہ السلام بہت پریشان ہو گئے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ کسی طرح ٹلنے کا نام نہیں لیتے۔ تو آپ نے یہاں تک ان سے کہا۔ کہ بے وقوف لوگو! خدارا مجھے اپنے مہمانوں کی نظروں میں ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی عقلمند اور سمجھ دار شخص نہیں جو تمہیں اس بد اخلاقی اور انسانیت سوز ضد سے باز رکھے۔ میں اپنی

بیٹیوں کو تمہارے نکاح میں دینے کے لئے تیّار ہوں"۔ لیکن ان ازلی بدبخت لوگوں نے اپنی ضد نہ چھوڑی اور کہنے لگے "اے لوطؑ! تو جانتا ہے کہ ہم تیری بیٹیوں کے خواہشمند اور طلبگار نہیں۔ ہمارا جو مطالبہ اور خواہش ہے۔ اس کا تجھے اچھی طرح علم ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔"

ان بدکردار لوگوں کے اس اصرار کا ذکر قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ان الفاظ میں فرمایا "میرے محبوب! مجھے تمہاری عمر (جان) کی قسم ہے کہ وہ لوگ اپنی نافرمانی اور فسق و فجور کے نشہ میں بدمست ہو کر گویا بالکل اندھے ہو چکے تھے۔" الغرض اس بدنصیب قوم پر حضرت لوط علیہ السلام کی منّت سماجت کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے تہذیب و شرافت کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور اندھے، گونگے اور بہرے ہو کر اپنی ہٹ پر قائم رہے۔

آخر حضرت لوط علیہ السلام مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کا چہرہ زرد اور بدن تھر تھر کانپ رہا

تھا۔ وُہ بار بار مُڑ کر اپنے مہمانوں کی طرف دیکھتے جو بالکل اطمینان اور سکون سے صورت حالات دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کا جوش و خروش آن بان بڑھتا جا رہا تھا۔ اور وہ یہی رٹ لگائے جا رہے تھے۔ "لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔"

تمام رات اُسی رد و کد میں گذر گئی۔ آخر جب حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا۔ کہ وُہ مکان کے دروازے کو توڑ کر اور دیواروں کو گرا کر اندر داخل ہونے کی کوشش کرنے لگ گئے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور ان کے شر سے خدا کی پناہ مانگ کر فرشتوں کے سامنے اپنی بیچارگی کا اظہار کرنے لگے۔ فرشتوں نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے "اے لوط! فکر نہ کرو۔ ہم لڑکے نہیں بلکہ تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اور اس بدکردار قوم کو عذاب دینے کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔" اتنے میں چند آدمی اندر داخل ہو کر فرشتوں کی طرف بڑھنے لگے۔ لیکن جو شخص بھی آگے آتا۔ فرشتے اُسے ایسی چپت لگاتے کہ وہ اندھا ہو جاتا۔ اس حال کو دیکھ

کہ باقی لوگ بھاگ گئے۔

اب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا "صبح کا وقت قریب آ رہا ہے۔ اس وقت تک اس بستی کا نام و نشان دنیا کے تختے پر باقی نہ رہے گا۔ آپ اس وقت سے پہلے اپنے متبعین اور گھر والوں کو اس بستی سے نکال لیں۔ لیکن اپنی بیوی کو یہیں رہنے دیں۔ کیونکہ اس نافرمان کا انجام بھی ان کے ساتھ ہوگا"۔

فرشتے تو یہ کہہ کر رخصت ہو گئے۔

نزول عذاب

حضرت لوط علیہ السلام نے رات کے آخری حصہ میں اپنے ماننے والوں اور بیوی کے سوا گھر کے تمام افراد کو ساتھ لیا۔ اور جلدی سے اس بستی سے دور نکل گئے۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا۔ اور وہ غافل اور بدنصیب قوم ابھی اپنی غفلت اور معصیت کے نشہ میں بدمست سو رہی تھی کہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریلؑ نے تمام آبادی کو تہ و بالا کر دیا۔ اور پھر ان پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ اس بستی اور اس کے رہنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ آپ کے لشکر نے ایک جگہ قیام کیا۔ لوگ وہاں کے کوئیں سے پانی لے کر کھانا تیار کرنے لگے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ جگہ وہی ہے۔ جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم آباد تھی اور نافرمانیوں اور سرکشیوں کے باعث ان کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ تو آپؐ نے وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور وہاں کا سب پانی انڈیل دینے اور اس پانی سے جو کچھ تیار کیا گیا تھا۔ پھینک دینے کا ارشاد فرمایا۔

صحابہ کرامؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فی الفور تعمیل کی۔ اور وہاں سے کوچ کر کے کسی اور جگہ جا ٹھہرے ۔

(۱۳)
حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یُونس علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ جب آپ کی عمر شریف ۲۸ سال کی ہوئی۔ تو آپ کو منصب نبوّت پر سرفراز فرمایا گیا۔ اور نینوا شہر کے لوگوں کی ہدایت پر مامور فرمایا گیا۔ روایات میں آتا ہے کہ وہاں ایک لاکھ سے کچھ زائد آدمی آباد تھے۔ یہ تمام کے تمام بہت مغرور سرکش اور پرلے درجے کے نافرمان لوگ تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو عرصہ تک سمجھایا۔ اور اُن کو عقلی اور نقلی دلائل سے ایک خدا کی پرستش کرنے پر مائل کیا۔ آپ نے انہیں بُت پرستی کے مضرّات سے آگاہ کیا۔ اور نیکوکار لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو انعام و اکرام عطا ہوئے ان کا ذکر کیا۔ لیکن بجائے ہدایت پانے کے انہوں نے آپ کا مذاق اُڑانا شروع کیا۔ جب

آپ کسی جگہ وعظ فرماتے۔ اور توحید باری کا اعلان فرماتے۔ تو وہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا کر ہنستے اور شور کرتے۔ جب آپ عذاب خداوندی کا ذکر فرماتے۔ تو برملا کہتے: "اگر تو سچا ہے۔ تو ہم پر عذاب لے آ۔ اور اپنے خدا سے کہہ کر ہمیں برباد کر دے۔"

آخر حضرت یونس علیہ السلام نے تنگ آ کر عذاب خداوندی کے لئے دعا مانگی۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم آنے کے بغیر ہی قوم کو عذاب کی خبر دے کر بستی سے نکل گئے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق ایک دن آسمان پر عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے یہ حال دیکھا۔ تو سب کے سب گھروں سے نکل کر شہر سے باہر ایک میدان میں جمع ہو گئے۔ اور اپنی نافرمانیوں پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کر کے آئندہ کے لئے تائب ہوئے اور خداوند تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔

خداوند تعالیٰ کو ندامت سے آنسو بہانے

والی آنکھ بہت پسند ہے۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے اشک ندامت سے اپنے گناہوں کو دھویا۔ تو جھٹ رحمت خداوندی کو جوش آیا۔ اور عذاب ٹال دیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم شاداں و فرحاں اپنے گھروں کو واپس چلی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت یونس علیہ السلام واپس آئے تاکہ اپنی کوتاہ اندیش اور بے سمجھ قوم کے بُرے انجام کی کیفیت اور حال ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن جب آپ اس میدان میں پہنچے۔ تو آپ کو چند آدمی ملے۔ جو شہر نینوا کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ان سے عذاب کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔" عذاب آیا تھا۔ لیکن ٹل گیا۔ کیونکہ قوم نے عذاب کی صورت دیکھ کر توبہ اور استغفار کر لی اور عذاب سے پناہ مانگ لی۔ اس لئے خدا نے ان پر رحم فرما دیا۔"

حضرت یونس علیہ السلام نے جب قوم کے سرکشوں کو بدستور دندناتے دیکھا۔ تو آپ سخت متعجب ہوئے۔ آپ کے دل میں یہ لوگ خار کی طرح کھٹکنے لگے۔ آپ نے خیال فرمایا۔ کہ اب

خداوند تعالیٰ کے عذاب سے بچ جانے اور عذاب کے وعدے کے نہ پورا ہونے پر اس قوم کی سرکشی پہلے سے زیادہ بڑھ چکی ہوگی۔ اس لئے آپ واپس گئے اور شہر میں داخل نہ ہوئے جب آپ دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے۔ تو دیکھا کہ ایک کشتی مسافروں سے بھری ہوئی پار جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ آپ بھی اسی کشتی میں سوار ہوگئے۔ جب کشتی دریا کے درمیان گہرے پانی میں پہنچی۔ تو یکلخت تیز و تند آندھی شروع ہو گئی۔ پانی کی سطح پر بڑی بڑی لہریں اٹھ اٹھ کر زور زور سے کشتی کے ساتھ ٹکرانے لگیں۔ جس سے کشتی ڈگمگانے لگی۔ جب طوفان کی تیزی بجائے کم ہونے کے رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی۔ اور کشتی والوں کو اپنی غرقابی کا یقین ہو گیا۔ تو اس وقت ان میں سے ایک شخص کہنے لگا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی میں کوئی ایسا غلام سوار ہے۔ جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک اسے اس کشتی سے نہ اتار دیا جائے گا۔ ہماری خلاصی اور نجات

ناممکن ہے۔

حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں

حضرت یونس علیہ السلام ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ جب آپ نے وہ بات سنی۔ تو آپ کے دل میں معاً یہ خیال آیا۔ کہ "میں ہی وہ غلام ہوں۔ جو اپنے آقا کے حکم کا انتظار کئے بغیر شہر سے نکل آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو میری وہ عجلت اور جلد بازی پسند نہیں آئی۔ اس لئے میری آزمائش اور امتحان کے لئے یہ طوفان بھیجا گیا ہے۔"

آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں تمام کشتی والے آپ کے ساتھ اس ابتلا اور آزمائش میں مبتلا ہو کر نقصان نہ اٹھا لیں۔ اس لئے آپؑ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "میں ہی اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہوں۔ لہٰذا جو سلوک چاہو میرے ساتھ کرو۔"

لوگوں کے دلوں میں آپ کی نیکی اور پاکبازی کا ایک گہرا اثر تھا۔ انہوں نے آپ کے فرمان کو کسر نفسی پر محمول کیا اور کہنے لگے۔ "توبہ توبہ

ہماری کیا مجال ہے کہ ہم آپ کے متعلق اس قسم کا گمان کر سکیں"۔ لیکن آپ نے اپنی بات پر اصرار کیا اور پھر فرمایا۔ "تم خواہ مانو یا نہ مانو لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میں ہی اپنے آقا اور مالک سے بھاگا ہوا غلام ہوں۔ اگر کشتی کو بھنور سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔ تو مجھے دریا میں ڈال دو۔ لیکن لوگوں نے ایسا کرنے میں پس و پیش کیا۔ آخر یہ صلاح ٹھہری۔ کہ قرعہ اندازی کی جائے اور جس کا نام نکلے۔ اُسے دریا میں ڈال دیا جائے۔" روایات میں آتا ہے۔ کہ کئی بار قرعہ ڈالا گیا۔ لیکن ہر بار حضرت یونس علیہ السلام کا نام ہی نکلا۔ چونکہ طوفان کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ اور کشتی کے لئے ڈوبنے کا خطرہ بھی زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس لئے لوگوں نے بادل ناخواستہ آپ کو پانی میں ڈال دیا۔

خدا کی شان جب حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالا گیا۔ اسی وقت طوفان تھم گیا اور دریا کے پانی میں سکون پیدا ہونا شروع

ہو گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام پانی میں گئے ہی تھے کہ ایک بہت بڑی مچھلی آئی۔ اور آپ کو نگل کر پانی کی تہ میں چلی گئی۔ لوگ بہت متاسف ہوئے لیکن مجبور تھے کیا کر سکتے تھے

جب طوفان کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور پانی ساکن ہوگیا۔ تو ملاحوں نے کشتی کو پورے زور سے چپو مار کر جلد از جلد کنارے لگانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ اور کشتی کے مسافر صحیح و سلامت کنارے پر جا اترے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے لوگ ان کے چلے جانے کے بعد بہت پچھتاتے۔ اور رو رو کر ان کی واپسی کے لئے دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ وہ کہتے۔ "خداوندا! اگر حضرت یونس علیہ السلام اب واپس آ جائیں تو ہم ان کی اطاعت کریں گے اور ان کا کہا مانیں گے۔

حضرت یونس علیہ السلام بظاہر مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ لیکن یہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ حضرت یونس علیہ السلام

ہر طرح سے محفوظ رہیں۔ اور مچھلی کے پیٹ میں ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ آپ چالیس دن تک وہیں رہے۔ اور ہر وقت خدا تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں لگے رہے۔ مشہور آیۂ کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۵ ان کے وردِ زبان تھی۔ انہی مبارک کلمات کی برکت تھی کہ اس عرصہ میں گو آپ کافی کمزور اور نحیف ہو گئے۔ لیکن آپ کے بدن کے تمام اعضا بالکل درست اور صحیح رہے۔ اور ان میں کسی قسم کا کوئی نقص واقع نہ ہوا۔

مچھلی کے پیٹ کی تیرہ و تار اور تنگ جگہ میں رہتے ہوئے آپ کو جب چالیس دن ہو چکے اور آپ کی زبان برابر خداوند تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور اپنی لغزش کا اقرار کرتی رہی تو خداوند تعالیٰ نے آپ کے ابتلا کو ختم فرما دیا۔ اور مچھلی کو حکم دیا۔ کہ وہ آپ کو اگل دے۔ چنانچہ محرّم کی دس تاریخ کو وہ مچھلی پانی سے نکل کر سمندر کے کنارے پر ایک خشک جگہ میں آئی اور آپ کو وہاں اگل دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام اس قدر نحیف اور کمزور ہو چکے تھے۔ کہ اس وقت اُن کے لئے حرکت کرنا یا ہلنا جلنا بہت مشکل تھا۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے قریب ہی ایک بیل اُگا دی۔ جو آپ کے تمام بدن پر چھا گئی۔ اس سے آپ کا جسم موسمی تاثرات سے محفوظ ہوگیا۔ آپ کی غذا کے لئے بھی رب العالمین نے کوئی انتظام کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بیل کدّو کی تھی اور ایک ہرنی ہر روز دونوں وقت آپ کو دودھ پلا جاتی تھی۔ کوئی مہینہ بھر کے بعد آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے۔ تو آپ کو خداوند تعالیٰ نے دوبارہ نینوا کے شہر میں جانے کا حکم دیا۔

نینوا کے باشندوں میں اب وہ پہلی سی کج روی اور غرور نہ رہا تھا۔ وہ حضرت یونس علیہ السلام کی واپسی کے دل سے خواہاں تھے۔ چنانچہ ان کو جب حضرت یونس علیہ السلام کی واپسی کی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے اور اُن کے استقبال کے لئے آئے۔ اور آپ کو

بڑی عزت و تکریم کے ساتھ شہر میں لے گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان میں دوبارہ تبلیغ شروع کر دی۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں شہر کی تمام آبادی آپ پر ایمان لے آئی۔ اور دین و دنیا کی کامرانیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوئی۔

روایات میں آتا ہے۔ کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ تو آپ نے وہیں ایک جھونپڑی بنا لی۔ اس کے دروازے پر خداوند تعالےٰ کے حکم سے ایک بیل اُگ آئی۔ جب وہ بیل خوب پھیل گئی اور حضرت یونس علیہ السلام کے دل کو بھانے لگی۔ تو اتفاقاً اس کی جڑ کو کیڑا لگ گیا جس سے وہ بیل سوکھنے لگی۔ حضرت یونس علیہ السلام یہ دیکھ کر بہت غمزدہ ہوگئے۔ اس پر خداوند تعالےٰ نے وحی فرمائی۔ "یونس! تم کو ایک معمولی سی بیل کے مرجھا جانے کا تو غم ہوا۔ لیکن جب تم نے شہر نینوا کی ایک لاکھ سے زائد آبادی کی ہلاکت کے لئے بددعا کی تو اس وقت

تمہیں یہ خیال نہ آیا۔ کہ ہم اپنی اس قدر مخلوق کو جس میں معصوم بچّے اور بے زبان جانور بھی تھے ہلاک کر دینا کیسے گوارا کریں گے۔ کیا ہمارے ہاں اپنی اس مخلوق کی اتنی قدر بھی نہ تھی جتنی تمہارے دل میں اس حقیر بیل کی ہے۔ تم ان کی ہلاکت کی بد دعا کرتے ہی ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر ان لوگوں سے نفرت کر کے اس بستی سے نکل آئے؟

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی اس جلد بازی پر توبہ اور استغفار کی۔ اور خداوند تعالےٰ سے معافی کے طلبگار ہوئے۔ اور قوم کی راہ نمائی اور رشد و ہدایت کی طرف پورے جوش و انہماک کے ساتھ متوجہ ہو گئے۔ آخر تیس سال تک فرائض نبوّت ادا کرنے کے بعد آپ اسی شہر میں انتقال فرما گئے۔ اور وہیں دفن ہوئے ؛

---

(۵)

حضرت ایوبؑ علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کو خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں صابر کے معزز لقب سے یاد فرمایا ہے۔ تذکروں میں آتا ہے۔ کہ آپ بہت عبادت گذار تھے۔ اور ہر وقت خداوند تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں لگے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار دولت و زر اور مال و املاک عطا فرمائے تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک سے بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ جو سب کے سب بہت سعادت مند اور ہونہار تھے۔ آپ کے پاس ہزاروں کی تعداد میں مویشی اور جانور بھی تھے۔ جن کے گلّے کے گلّے ان چراگاہوں میں چرتے پھرتے تھے۔ مگر آپ ان سب سے الگ تھلگ رہ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے تھے۔

روایات میں آتا ہے۔ ایک دن بعض فرشتوں

نے دربار رب العالمین میں عرض کیا۔ "پروردگار عالم! تو نے حضرت ایوبؑ کی عبادات اور ریاضت کی تعریف کی ہے۔ لیکن جب تیری طرف سے اس کو ہر قسم کی نعمتیں بافراط حاصل ہیں اور انہیں مطلقاً کسی قسم کا فکر اور غم نہیں۔ تو پھر اگر وہ دل جمعی اور سکون کے ساتھ عبادت میں لگا رہتا ہے۔ تو اس میں کون سا کمال ہے:" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "میرے فرشتو! تم اس چیز سے بے خبر ہو۔ میرا ایوب (علیہ السلام) ہر حال میں میرا عبادت گذار بندہ ہے۔ اب اگر وہ فراخی اور یسر میں مجھے یاد کرتا ہے۔ تو تنگی اور عسر میں بھی اسی یکسوئی اور خلوص سے بلکہ اس سے زیادہ ذوق و شوق سے مجھے یاد کرے گا۔ اگر تمہیں شک ہو تو ہم ابھی ان کا امتحان لے کر تم پر اس بات کو واضح کر دیتے ہیں:

حضرت ایوبؑ کا ابتلا

آزمائش ہے نشان بندگان محترم
جانچ ہوتی ہے انہی کی جن پہ ہوتا ہے کرم

الغرض اس بے نیاز احکم الحاکمین نے حضرت

ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ اور آپ کا امتحان بھی ایسا کڑا لیا کہ اس میں ثابت قدم رہنا اور اس آزمائش کو کامیابی کے ساتھ نباہنا انہی کا حصّہ تھا۔ اسی لئے آج تک "صبرِ ایوبی" ضرب المثل ہے۔

ہوا یہ کہ خداوند تعالیٰ نے رفتہ رفتہ آپ کے اموال و املاک کو ان سے واپس لینا شروع کیا۔ ایک دن آپ کے چرواہے دستور کے مطابق مویشیوں اور جانوروں کو چراگاہوں میں میں چرا رہے تھے۔ کہ سیلاب کا ایک تیز و تند ریلا آیا۔ اور تمام جانوروں کو بہا کر لے گیا۔ ایک جانور بھی باقی نہ بچا۔ چرواہے روتے پیٹتے اور چلاتے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ حسب معمول حجرۂ عبادت میں اللہ اللہ کر رہے تھے۔ چرواہوں نے روتے روتے داستانِ غم سنائی اور تمام جانوروں کی ہلاکت کی اطلاع دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس خبر وحشت اثر کو کمال، سکون اور اطمینان سے سنا۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر فرمایا۔ اگر خداوند تعالیٰ

نے ان تمام چیزوں کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ تو مجھے شکایت کرنے کی کیا مجال ہے۔ یہ سب چیزیں اسی کی عطا کردہ تھیں۔ میں تو اب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے مجھے ان کے فکر سے آزاد کیا۔ اب میں پہلے سے زیادہ یکسوئی کے ساتھ اس کی عبادت کروں گا۔"

چرواہے حضرت ایوّب علیہ السلام کے اس سانحہ عظیمہ پر حیرت انگیز صبر و استقلال کو دیکھ کر سخت متحیّر ہوئے اور انگشت بدنداں واپس لوٹے۔

چند دن ہی گذرنے پائے تھے۔ کہ آپ کے اجناس کے ذخائر کے چوکیدار حاضر ہوئے اور کہنے لگے:"یا حضرت! کیا کہیں۔ سخت افسوس اور رنج کا مقام ہے کہ آپ کے ان تمام ذخائر کو جہاں ہزاروں اور لاکھوں من اناج اور اجناس پڑی تھیں معلوم نہیں کیسے آگ لگ گئی۔ جس نے ان سب کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا سانحہ عظیم ہے اور ایسا نقصان ہے۔ جس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔ ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔ مگر کسی طرح اس ہلاکت خیز آگ کو

بجھا دیا جائے۔ سینکڑوں آدمی گھنٹوں ان آتشیں عفریتوں سے مقابلہ کرتے رہے۔ مگر معلوم نہیں وہ کیسی آگ تھی۔ کہ جب تک ایک حبّہ بھی باقی رہا۔ وہ کم ہونے میں نہ آئی۔" اتنا کہہ کر وہ فرطِ غم سے رونے لگ گئے۔ لیکن حضرت ایوّب علیہ السلام پر اس خبرِ وحشت اثر کا ذرّہ برابر بھی اثر نہ ہُوا۔ آپ کی زبانِ مبارک سے اگر نکلا تو یہی کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ بھائیو! اگر خداوند تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ تو اس میں کیا آپ اور کیا میں سب بےبس ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہر حال میں جو کرتے ہیں بہتر ہی ہوتا ہے۔ خواہ ہم اس کی حکمت کو سمجھ سکیں یا نہ۔ اس میں رنج و افسوس کرنے اور رونے دھونے کا کوئی موقع نہیں۔ اس کا مال تھا۔ اس نے لے لیا۔ اچھا ہُوا اب میں پہلے سے زیادہ اطمینان اور بےفکری کے ساتھ اس کی عبادت کر سکوں گا۔"

حضرت ایوّب علیہ السلام اسی قدر فرما کر اپنے ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے۔ اور وہ لوگ واپس چلے گئے

اس سانحہ کو ابھی چند ہی دن گذرے تھے۔ کہ ایک اور سب سے زیادہ درد انگیز اور جگر دوز حادثہ پیش آیا۔ آپ کے عیال و اطفال لڑکے اور لڑکیاں سب کے سب ایک مکان میں بیٹھے کسی شغل میں مصروف تھے۔ کہ اچانک اس مکان کی چھت دھڑام سے گر پڑی اور وہ سب کے سب اس کے نیچے آ کر شہید ہوگئے۔ اس حادثہ جانکاہ کے واقع ہونے کے بعد لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف بھاگے اور رو رو کر آپ کو اس درد انگیز اور ہوش رُبا واقعہ کی اطلاع دینے لگے۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ "ایوب چھوڑیئے آپ کس خدا کی عبادت اور یاد میں محو ہیں۔ آپ کا تو سب کچھ برباد ہوگیا۔ اور آپ کے خدا نے آپ کی ذرہ بھر مدد نہ کی۔ بلکہ متواتر صدمے پر صدمے دئیا چلا جاتا ہے۔" حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی بات سُن کر لاحول پڑھی اور فرمایا۔" بھائیو! بیشک وہ میرے بچے تھے اور مجھے عزیز تھے۔ اور فطرتِ انسانی کے تقاضے کے مطابق مجھے اس خبر سے صدمہ بھی پہنچا

ہے۔ لیکن جب میں اور تمام دنیا کے انسان خدا کی تقدیر کے سامنے مجبور ہیں۔ اور سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ تو پھر یہ شور اور واویلا کیسا۔ خدا کے در کو چھوڑ کر اللہ اس کی تقدیر سے بھاگ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے۔ اس لئے بھائیو! میں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہی کہتا ہوں۔ اور خداوند تعالیٰ سے صبر اور سکون کی دعا مانگتا ہوں۔ خدا نہ کرے۔ کہ میری زبان سے اس صبر آزما اور حوصلہ شکن سانحہ سے متاثر ہو کر کوئی بات بےصبری کی نکل جائے۔"

حضرت ایوب علیہ السلام یہ فرما کر اپنے ذکر و شغل میں لگ گئے اور لوگ آہستہ آہستہ آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر شخص آپ کے اس بےنظیر صبر و استقلال پر حیران تھا۔

حضرت ایوبؑ کی بیماری

جب حضرت ایوب علیہ السلام نے ان پے در پے صدمات پر حیرت انگیز اور محیّر العقول صبر اور

حوصلے کا مظاہرہ کیا۔ تو خداوند تعالیٰ نے ان فرشتوں سے جنہوں نے دربار رب العالمین میں اعتراض کیا تھا۔ فرمایا۔" اے فرشتو! بولو اب تو نہیں ہمارے ایوب (علیہ السلام) کی سچی ریاضت اور عبادت میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا ہوگا۔ اور تم اس بات کا اقرار کروگے۔ کہ ایوب (علیہ السلام) فی الواقع میرے مخلص اور عبادت گذار بندے ہیں۔"

ربّ العزت کی یہ بات سن کر فرشتے کہنے لگے "پروردگار! بیشک انہوں نے اس ابتلار اور آزمائش میں پوری پوری استقامت دکھلائی ہے۔ لیکن ذاتی طور پر تو ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ وہ ہر طرح سے تندرست اور توانا ہیں۔ اس لئے وہ عبادت کر رہے ہیں۔ اس میں ان کا کونسا کمال ہے۔"

خداوند تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے۔ فرشتوں کے اس اعتراض پر اس نے اپنے ایوبؑ کو اور آزمانے کا ارادہ فرما لیا۔ اور فرشتوں کے سامنے اپنے اس صابر بندے کے حیرت انگیز صبر و استقلال کا ایک اور کرشمہ دکھانا چاہا۔

چنانچہ ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام نماز

پڑھ رہے تھے۔ کہ ان کے پاؤں پر ایک چھالا نمودار ہوگیا۔ جس سے اس قدر سوزش، جلن اور درد ہوئی۔ کہ آپ بے تاب ہوگئے۔ معلوم نہیں وہ کس بلا کا چھالا تھا۔ کہ آن بان اور رفتہ رفتہ پھیلنے لگا۔ اور آپ کا تمام بدن زخموں سے بھر گیا۔ آپ نے ہر چند اس موذی تکلیف کے دفعیہ کے لئے علاج معالجے کئے۔ لیکن اس میں کسی قسم کی کمی نہ آئی۔ بلکہ زخم پھیلتا گیا اور تکلیف بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔ سینکڑوں اور ہزاروں کیڑے آپ کے گوشت اور خون سے پرورش پانے لگے۔ زخموں کے درد اور کیڑوں کے کاٹنے کی تکلیف ناقابل برداشت تھی۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے اس صابر بندے نے اس موقع پر بھی کسی قسم کا کوئی شکوہ نہ کیا۔ اور اپنی زبان کو خداوند تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح و تہلیل میں لگائے رکھا تھا۔

ہم پیچھے لکھ آئے ہیں۔ کہ آپ کے مال و املاک اور بچے سب ختم ہو چکے تھے۔ صرف آپ کی چار بیبیاں باقی رہ گئی تھیں۔ جب مرض پوری

شدت سے آپ کے تمام بدن پر پھیل گیا۔ تو خون اور پیپ کے بہنے اور بدن کو صاف نہ کر سکنے کے باعث آپ سے اس قدر بُو آنے لگی۔ کہ گاؤں والے آپ سے نفرت کرنے لگے اور کہنے لگے۔ کہ ایسا نہ ہو اس بدبو کے باعث یہ مرض ہم میں بھی پھیل جائے۔ اس لئے انہیں گاؤں سے نکال دینا چاہیئے۔"

جب لوگوں نے آپ کو مجبور کیا۔ تو آپ وہاں سے نکل جانے پر تیار ہو گئے۔ آپ کی چار بیویوں میں سے تین تو آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہ ہوئیں۔ بلکہ انہوں نے آپ سے طلاق مانگ لی۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں کو طلاق دے دی صرف ایک نیک بخت اور وفا شعار بیوی نے جس کا نام رحیمہ تھا۔ آپ کی رفاقت سے منہ نہ موڑا۔ اور کہنے لگی جب راحت و آرام میں آپ کے ساتھ عیش و عشرت کے ساتھ وقت گذارا ہے۔ تو اب اس مصیبت میں بھی آپ کا پورا پورا ساتھ دوں گی۔ اس نیک نہاد عورت کے علاوہ آپ کے دو غمخوار مدد بھی آپ

کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ایوّب علیہ السلام کو جوں توں کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور اس گاؤں سے نکل کر دوسرے میں چلے گئے لیکن ان گاؤں والوں نے بھی آپ کو اپنے ہاں ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ اس طرح وہ لوگ حضرت ایوّب علیہ السلام کو لئے لئے سات آٹھ گاؤں میں پھرے۔ لیکن کسی نے بھی، ان کو اپنے گاؤں میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس حال کو دیکھ کر آپ کے دونوں معتقد دل میں کہنے لگے۔ "معلوم نہیں حضرت ایوّب علیہ السلام نے اپنے رب کی کونسی نافرمانی کی ہے۔ کہ وہ انہیں ایسی سخت سزا دے رہا ہے۔ بال بچوں اور مال و املاک کی تباہی اور بربادی کے بعد اب ان کی جان پر بن آئی ہے اور دنیا میں ان کے لئے کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اس لئے ہم کیوں ان کے ساتھ در بدر اور خاک بسر مارے مارے پھریں" اس خیال کے آتے ہی وہ بھی آپ سے علیحدہ ہوگئے۔ اب صرف آپ کی مونس اور غمگسار رفیقہ

حیات رحیمہ بی بی آپ کے پاس رہ گئی۔ لیکن اس خدا کی نیک بندی نے ذرّہ بھر بھی نفرت کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ ہر وقت آپ کی خدمت میں کمربستہ رہتی رہی۔

جب کسی گاؤں کے لوگ آپ کو اپنے ہاں رکھنے پر آمادہ نظر نہ آئے۔ تو رحیمہ بی بی آپ کو آبادی سے دور ایک جنگل میں لے گئی، اور وہاں ایک جھونپڑی بنا کر حضرت ایوب علیہ السلام کو اس کے اندر رکھا۔ بے چاری ان کی حفاظت کا انتظام کر کے گاؤں میں جا کر دن بھر کسی کے ہاں محنت اور مزدوری کرتی اور ان کے لئے کھانے پینے کا سامان لے آتی۔ اور تمام رات آپ کی خدمت میں دست بستہ موجود رہتی۔

روایات میں آتا ہے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام اس موذی مرض میں دنوں نہیں، ہفتوں نہیں، مہینوں نہیں بلکہ کئی سال تک مبتلا رہے لیکن نہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کے ذکر، تسبیح و تہلیل اور عبادت میں کمی کی اور نہ وفا شعار رحیمہ نے ان کی خدمت میں کوتاہی کی۔

تذکروں میں آتا ہے۔ کہ اس دوران میں آپ نے کبھی اپنی صحت کے لئے بھی خداوند تعالے سے دعا نہ کی۔ اگر ان کی نیک بخت بیوی کبھی آپ کو اس طرف متوجہ کرتی۔ تو فرماتے۔ "خداوند تعالیٰ کو جب خود میرے ہر حال کا علم ہے۔ تو مجھے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ جب بہتر اور مناسب سمجھے گا۔ مجھے شفا دے دے گا۔" نیز فرماتے۔ "اس منعم حقیقی نے مجھے اتنے سال تک صحت و عافیت سے رکھا۔ جب میں ان دنوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکا تو اب اس بیماری کی شکایت کر کے شفا کیوں طلب کروں۔" بلکہ یہاں تک بھی لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی کیڑا آپ کے بدن سے زمین پر گر جاتا۔ تو آپ اسے اٹھا کر کسی زخم میں رکھ دیتے اور فرماتے۔ "یہ خداوند تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مہمان ہیں۔ جن کی خوراک میرا گوشت اور خون مقرر کیا گیا ہے۔ میں انہیں بھوکا کیوں رہنے دوں۔"

حضرت ایوبؑ کی قسم

نیک بخت رحیمہ بی بی جہاں دن بھر مزدوری کر کے

خاوند کے لئے خوراک مہیّا کرتی۔ وہاں لوگوں سے آپ کی بیماری کا ذکر کرکے علاج معالجہ بھی دریافت کرتی رہتی۔ جو شخص بھی اس سے ملتا۔ اس سے حضرت ایّوب علیہ السلام کی حالت زار کا ذکر کر کے ان کا علاج پوچھتی۔

کہتے ہیں کہ ایک دن شیطان ایک پیر مرد کی شکل میں رحیمہ بی بی کے سامنے آگیا۔ رحیمہ بی بی نے حسب معمول اس سے بھی حضرت ایوبؑ کی بیماری کا ذکر کیا۔ تو وہ کہنے لگا۔ "اگر تم کچھ شراب ان کو پلادو اور خنزیر کا گوشت کھلا دو۔ تو مجھے یقین ہے کہ ان کا یہ موذی مرض فی الفور دفع ہوجائے گا۔ اور ان کو شفائے کامل حاصل ہو جائے گی۔ اس قدر سخت مرض کے علاج کے لئے بطور دوا ان چیزوں کے استعمال کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

بےچاری بھولی بھالی عورت جسے اپنے خاوند کی صحت دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز تھی۔ یہ نہ سمجھی کہ یہ پیر مرد مردود شیطان ہے۔ جو خدا کی حرام کردہ اشیاء کو دوا کے رنگ میں کھلاتا

چاہتا ہے۔ اور اس طرح خداوند تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس مکّار کی یہ بات سُن کر فوراً بھاگی بھاگی حضرت ایوّب علیہ السلام کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی "میرے سرتاج! آج ایک بہت ہی معمر اور تجربہ کار حکیم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے اس موذی مرض کا علاج تھوڑا سا خنزیر کا گوشت کھا لینے اور کچھ شراب پی لینے میں ہے۔ اگر آپ دوا کے طور پر ان چیزوں کا معمولی سا استعمال فرما لیں تو کیا ہرج ہے۔ خداوند تعالیٰ جانتے ہیں کہ آپ یہ کام حالتِ اضطرار اور مجبوری سے کریں گے۔"

حضرت ایوّب علیہ السلام تو خداوند تعالیٰ کے نبی تھے۔ وہ بھلا شیطان کے اس مکر و دجل کو کیسے نہ سمجھتے۔ آپ نے اپنی بیوی رحیمہ کی بات سُن کر لاحول پڑھی اور فرمایا "معاذ اللہ! خدا کی حرام کردہ اشیاء میں شفا کہاں؟ یہ شیطان تھا جس نے تمہیں یہ بات کہی اور تو نے مجھے خداوند تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو استعمال کرنے کی ترغیب دی۔" آپ اپنی بیوی سے ناراض

ہوتے اور آپ نے قسم کھا لی کہ جب تندرست ہو جاؤں گا۔ تو تمہیں سو لکڑی ماروں گا۔"

آزمائش کی انتہا اور حضرت ایوبؑ کی شفایابی

رحیمہ بی بی بے چاری تو خاموش ہو گئی۔ بلکہ پشیمان ہوئی۔ کہ اس نے سادگی سے شیطان کے مکر کو نہ سمجھا اور اس مردود کی بات کو حضرت ایوب علیہ السلام سے بیان کر کے ان کو دکھ دیا۔

الغرض ایک دن وہ بدستور آپ کی حفاظت کا انتظام کر کے گاؤں میں چلی گئی۔ اس دن حضرت ایوب علیہ السلام کو خلاف معمول زیادہ تکلیف تھی۔ کیڑے آپ کے بدن کو چھلنی کرنے کے بعد زبان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آخر ایک کیڑا زبان پر جا چڑھا اور اس نے اس زور سے کاٹا۔ کہ آپ تلملا اٹھے۔ اس دن آپ نے بیماری کے اس قدر طویل عرصہ میں پہلی بار خدائے بے نیاز کے آگے دعا کی اور عرض کیا میرے آقا! تیرے یہ مہمان بے شک میرے بدن کے گوشت کا ریشہ ریشہ نوچ لیں۔ لیکن اتنی

مہربانی فرما کہ زبان ان کی دسترس سے محفوظ رہے تاکہ میں تیرا نام تو لے سکوں اور ذکر و شغل کی حلاوت سے محروم نہ رہوں؟"

آپ کی یہ دعا بھی طلب شفا کے لیئے نہ تھی۔ بلکہ توفیق اطاعت و عبادت کے لئے تھی۔ جس کے ایک ایک حرف سے خلوص۔ رضا۔ شوق اور ذوق ٹپکتا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی اس دعا پر کائنات کا ذرہ ذرہ عش عش کر اٹھا۔ اور فرشتے اپنے اعتراض پر شرمندہ ہوئے۔ اور درگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگے۔ "بار الہا! ہم نے جو کہا غلط کہا۔ ایوب علیہ السلام بے شک تیرا مخلص بندہ ہے۔ اور ہر حال میں ذاکر صابر اور شاکر ہے۔"

فرشتوں نے جب حضرت ایوب علیہ السلام کی برتری اور فوقیت کو تسلیم کر لیا تو خداوند تعالےٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ۔ میرا ایوب ع اپنے امتحان میں کامیاب اور کامران رہا ہے۔ اب اس کی شفایابی کا انتظام کرو۔"

حضرت جبریلؑ فوراً حضرت ایوب علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے۔ ایوبؑ!
خدا وند تعالیٰ آپ پر رحمت اور برکت بھیجتے ہیں
اور فرماتے ہیں کہ اپنے پاؤں زمین پر ماریئے
ایک چشمہ جاری ہو گا۔ اس سے غسل فرمالیں۔ اللہ
تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو شفائے کامل
حاصل ہوجائے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے حضرت جبریلؑ کی
ہدایت کے مطابق زمین پر پاؤں رگڑے تو ایک
چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ نے اس پانی سے غسل
کیا۔ تو آپ کا بدن بالکل درست اور ٹھیک ہوگیا
اور صحت مکمل ہوگئی۔ حضرت جبریلؑ نے آپ کو
جنّت کا لباس پہنایا۔ شفایابی پر آپ نے خدا وند
تعالیٰ کا شکرانہ ادا کیا۔ اور نوافل پڑھنے لگے اس
سے فارغ ہوکر آپ اس جگہ سے علیحدہ ہو کر
قریب ہی ایک پُل پر جا بیٹھے۔

تھوڑی دیر کے بعد رحیمہ بی بی گاؤں سے واپس
آئی۔ وُہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ جہاں وہ
حضرت ایوب علیہ السلام کو لٹا گئی تھی۔ وہاں وہ
موجود نہ تھے۔ اس پر وُہ چلا چلا کر رونے لگ

گئی۔ اور کہنے لگی۔ میرے سرتاج! اب کہاں چلے گئے آپ کو کوئی بھیڑیا کھا گیا۔ یا کوئی اور جانور لے گیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو میں یہاں سے ہرگز نہ جاتی۔ اب میں آپ کو کہاں تلاش کروں اور کس سے پوچھوں۔"

غرض اس طرح روتی اور اِدھر اُدھر مجنونانہ انداز سے پھرتی تھی اور واویلا کرتی تھی۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام اس کے قریب آئے اور آپ نے اجنبی بن کر اس سے پوچھا۔ بی بی کیوں پریشان ہو اور کس کو تلاش کر رہی ہو؟ بی بی رحیمہ نے جواب دیا۔ اے بزرگ! میرا خاوند تھا۔ جو کئی سال سے اس قدر سخت بیمار تھا۔ کہ مطلق حرکت نہ کرسکتا تھا۔ میں آج اُسے یہاں چھوڑ کر حسب معمول گاؤں میں گئی۔ کہ ان کے لئے کھانے کا سامان لاؤں۔ لیکن اب واپس آ کر اُن کو موجود نہیں پاتی۔ معلوم نہیں وُہ کہاں چلے گئے۔ اس قدر کہہ کر وُہ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا۔" بی بی! صبر کرو۔ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔ تمہارے خاوند کا کیا نام

اور حلیہ تھا۔" بی بی رحیمہ نے کہا۔ ان کا نام ایوب علیہ السلام تھا۔ اور وہ خداوند تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ جب وہ تندرست تھے۔ تو ان کی شکل اور صورت تمہاری طرح تھی۔ لیکن اب تو وہ بہت نحیف اور کمزور تھے۔ ان کے تمام بدن میں کیڑے پڑے ہوتے تھے اور جسم چھلنی ہوچکا تھا۔ بی بی رحیمہ رو رو کر نہایت درد سے یہ باتیں کہہ رہی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام اُس کو زیادہ دیر تک پریشان نہ دیکھ سکے۔ اس لیئے فرمانے لگے۔ "بی بی پریشان نہ ہو۔ میرا نام ایوبؑ ہے۔ اور میں ہی تیرا بیمار خاوند ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور مجھے تندرستی بخشی۔" پھر اس کے بعد آپ نے رحیمہ بی بی کو حضرت جبرئیل کے آنے چشمے کے جاری ہونے اور اس میں نہا کر صحت حاصل کرنے کا سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت ایوبؑ کا قسم پوری کرنا

تندرست ہوچکنے کے بعد آپ کو یاد آیا کہ انہوں نے بی بی رحیمہ کو سو لکڑی مارنے کی قسم اٹھائی تھی۔ اب آپ اس کے متعلق متامل ہوئے

اور سوچنے لگے۔ کہ اس قسم کو کس طرح پورا کریں کیونکہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ ایسی وفا شعار اور خدمت گذار بیوی کو پانچ دس نہیں بلکہ سو لکڑیاں ماریں۔ آپ اسی فکر میں تھے۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ آپ اس نیک بخت بیوی کو سو لکڑیاں نہ ماریں۔ اُس نے آپ کے دُکھ سکھ میں آپ کی پوری خدمت کی ہے۔ اور اس حال میں جبکہ تمام مخلوق آپ کو چھوڑ چکی تھی۔ آپ سے بالکل متنفر نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ اپنی قسم اس طرح پوری کریں کہ ایک مٹھا گندم کے سو سیکوں کا لیں۔ اور اس کے ساتھ ہلکے ہاتھ سے بیک وقت بی بی رحیمہ کو ماریں۔ اس طرح آپ کی قسم بھی پوری ہوجائے گی۔ اور اس نیک بخت کو کوئی ضرر بھی نہیں پہنچے گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے حضرت جبریلؑ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ اور اپنی قسم کو ادا کر لیا۔ اُس کے بعد آپ نے اپنی بیوی کو ہمراہ لیا۔ اور اپنے گاؤں میں تشریف لائے۔

تذکروں میں آتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کی مری ہوئی اولاد کو زندہ فرما دیا۔ اور اسی قدر بچے اور عطا فرمائے۔ اور مال و منال اور مویشی اور حیوانات پہلے سے دگنے بخش دیئے۔ اس کے بعد آپ اڑتالیس سال تک نبوت اور رسالت کے فرائض ادا فرماتے رہے۔ اور پھر اسی شہر میں اس دارِ فانی کو چھوڑ کر واصل باللہ ہوئے ؛

(۶)

حضرت داؤد علیہ السّلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی قوم کو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے اپنے ساتھ لیا اور فلسطین میں داخل ہوگئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ جب فاتحانہ انداز سے شہروں میں داخل ہوں۔ تو متکبرانہ صورت بنا کر داخل نہ ہوں۔ بلکہ سر جھکاتے خدا تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کہتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے

جائیں۔ لیکن بنی اسرائیل بھلا کب ماننے والے تھے۔ اُلٹا خداوند تعالیٰ کے حکم کے خلاف وُہ اکڑتے ہوئے اور متکبرانہ الفاظ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ اُن کی اس نافرمانی کے باعث خداوند تعالیٰ نے ان سے آزادی کی نعمت چھین لی۔ اور وہ پھر محکوم اور مقہور ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد تین چار سو سال تک ان کی یہی حالت رہی۔ کہ نہ ان میں کوئی بادشاہ ہُوا اور نہ انہوں نے کسی کو اپنے اوپر حکمران بنایا۔ نتیجہ یہ ہُوا، کہ ہمسایہ حکومتیں وقتاً فوقتاً اٹھتیں اور ان کو مار پیٹ کر چلی جاتیں۔ ایک بادشاہ جالوت نے تو ان پر بے پناہ مظالم توڑے۔ یہ شخص بہت ظالم اور جابر تھا۔ اس کے ہاتھوں بنی اسرائیل خوب پٹے اور خداوند تعالیٰ نے اس قاہر اور وحشی بادشاہ کے ہاتھوں ان کو اپنی نافرمانی کی خوب سزا دلوائی۔

اس وقت حضرت شموئیل منصب نبوّت پر فائز تھے۔ آپ توراۃ کے حافظ بھی تھے۔ بنی اسرائیل اپنی ذلّت اور رسوائی سے تنگ آ کر آخر

ان کے پاس گئے۔ اور اُن سے درخواست کی۔ کہ ان پر کوئی بادشاہ بنایا جائے۔ تاکہ وُہ انہیں منظم کر کے ظالموں کی دسترس سے محفوظ رکھے۔ حضرت شموئیل نے ان کی درخواست سُن کر فرمایا۔" مجھے ڈر ہے کہ اگر تم پر کوئی بادشاہ مقرر کیا جائے اور وہ تمہیں جہاد کا حکم دے تو تم حسب سابق پہلو تہی کرنے نہ لگ جاؤ" بنی اسرائیلیوں نے جواب دیا۔" ہم کیوں جہاد سے انکار کریں گے۔ جبکہ ہماری ذلّت اور رسوائی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ان لوگوں نے ہماری اولاد کو قید کر لیا ہے۔ اور ہمیں اپنے گھروں سے نکال دیا۔ ان حالات کی برداشت اب ناممکن ہے۔ اس لئے اب آپ اس بات کا وہم بھی نہ کریں کہ ہم لڑنے سے جی چرائیں گے؛

طالوت کا بادشاہ بنایا جانا

حضرت شموئیل علیہ السلام بنی اسرائیل کا یہ جواب سُن کر مطمئن ہو گئے۔ اس لئے آپ نے ایک شخص طالوت کو بادشاہ بنا دیا۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل جو ہر بات پر ناک بھوں چڑھانے کے عادی تھے۔ اپنے وعدے کو بھول کر پھر اعتراضات کرنے لگے۔ انہوں

نے کہا۔ حضرت شمویلؑ کا یہ تقرر مستحسن نہیں۔ کیونکہ طالوت ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ ہم میں سے کسی امیر گھرانے کے آدمی کو بادشاہ بناتے۔ اس چیز کے تو ہم زیادہ حقدار تھے۔

آخر چند آدمی مل کر حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ آپ نے طالوت کے اندر کون سے اوصاف دیکھے۔ کہ اُسے ہم پر بادشاہ بنا دیا۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا۔ "وُہ تمہاری نسبت حکومت کا زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ وُہ بہت بہادر ہے اور اہلِ علم بھی ہے۔ کسی بادشاہ میں انہی دونوں اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ امارت اور دولت بالکل بے کار چیزیں ہیں"

حضرت شمویلؑ کی یہ بات سُن کر بنی اسرائیل نے پہلو بدلا اور کہنے لگے۔" اگر طالوت کا تقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہمارے لئے کوئی نشان ظاہر کرو" اس پر حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ" وہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات اور تورات ہے۔ اور

جو تم سے چھین لیا گیا تھا۔ ان کی بادشاہی کے نشان کے طور پر انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جائے گا۔" چنانچہ ابھی حضرت شموئیل علیہ السلام یہ بات فرما رہے تھے کہ فرشتے وہ تابوت لئے ہوئے آگئے اور اُسے طالوت کے حوالے کر دیا۔

بنی اسرائیل کے لئے اب کوئی چارۂ کار نہ رہا تو انہوں نے طالوت کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ طالوت نے بنی اسرائیل کو متحد اور منظم کیا۔ اور جالوت کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ آخر طالوت فوج لے کر روانہ ہُوا۔ لیکن اُسے بنی اسرائیل کی وفاداری پر شک تھا۔ اُسے اندیشہ ہُوا کہ کہیں یہ لوگ عین میدان جنگ میں پہنچ کر غداری نہ کر دیں اس لئے جب وُہ ایک ندی کو عبور کر رہے تھے تو طالوت نے اپنی قوم کو آزمانے کے لئے کہا کہ کوئی شخص اس ندی کا پانی سیر ہوکر نہ پیئے اگر اشد ضرورت درپیش ہو تو صرف ایک چلّو بھر کر پی لے۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ وہ جماعت سے باہر نکال دیا جائے گا۔" لیکن اس آزمائش میں صرف چند آدمی ہی کامیاب ہوئے

جنہوں نے اپنے پیغمبر کی اطاعت میں ندی سے صرف لب ہی تر کئے۔ باقی سب لوگوں نے سیر ہوکر پانی پی لیا۔ طالوت نے سمجھ لیا کہ اس قوم پر اعتبار نہیں۔ چنانچہ ابھی تھوڑی دُور اور آگے گئے تھے۔ کہ ان میں سے اکثر یہ کہنے لگے۔ کہ ہم جالوت کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن ان میں سے جو مخلص تھے اور ان کی تعداد تھوڑی تھی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ فتح و شکست کثرت و قلت یا دولت اور سامان پر نہیں۔ وُہ تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ہم بخوشی لڑیں گے اور کسی قسم کی پست ہمتی یا بزدلی کا اظہار نہ کریں گے"۔

طالوت اور جالوت کا مقابلہ

جالوت کے پاس بے انداز فوج تھی۔ اور وہ خود بھی ایک تنومند قوی ہیکل شخص تھا۔ فنون سپہ گری میں بھی یگانہ روزگار تھا۔ لیکن بنی اسرائیل بہت ہی کم تھے۔ کمی تعداد کے علاوہ ان کے پاس سازو سامان کی بھی بہت قلت تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ تین سو تیرہ تھے۔ یعنی ان کی

تعداد ان مخلص اور سرفروش مسلمانوں کی تعداد کے برابر تھی۔ جو خداوند تعالیٰ کے آخری اور محبوب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ میدان بدر میں آئے تھے۔ گو یہ لوگ تعداد میں بہت کم تھے لیکن ان سب کے دلوں میں خداوند تعالیٰ کی نصرت و امداد کا یقین تھا اور وہ اسی بھروسے پر اس بے سروسامانی کے باوجود میدان میں ڈٹ گئے تھے۔

الغرض جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو اس زمانے کے دستور کے مطابق جالوت نے میدان میں آکر مقابل طلب کیا اور کہا کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی کو ہمت ہے۔ تو میرے مقابلے کے لئے نکلے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف سے جنگ میں شامل تھے۔ ان کی عمر اس وقت بہت کم تھی۔ اور لڑنے کی نیّت سے نہیں آئے تھے۔ لیکن جالوت کی لن ترانیاں اور فخریہ کلمات سن کر نہ رہ سکے اور اس پیل تن دراز قد شخص سے مقابلے کے لئے نکل آئے۔ لوگ آپ کی جرأت۔ حوصلہ اور ہمت پر حیران تھے اور بعض اُسے بچوں کی سی بے سمجھی کی حرکت

کہنے لگے۔ لیکن حضرت داؤدؑ نے آتے ہی اس بہادر سورما کا کام تمام کر دیا۔

جالوت کا مرنا تھا کہ اس کی فوج سخت دل شکستہ ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی اور بنی اسرائیل کو فتح حاصل ہوگئی۔ اس کارنامے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام تمام قوم میں بہت معزز اور ہردلعزیز ہوگئے خداوند تعالیٰ نے بھی آپ کو منصب نبوّت پر سرفراز فرما دیا اور آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی بن گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے اپنی خلافت اور نیابت کا منصبِ جلیلہ بھی عطا فرمایا۔ اور نبوّت اور حکومت دونوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ آپ کیونکہ بادشاہ ہونے کے ساتھ نبی بھی تھے۔ اس لئے آپ کی حکومت میں کسی قسم کی کوئی خامی نہ تھی۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو صحیح فیصلہ کی قوّت بخشی تھی۔ چنانچہ آپ کے عدل و انصاف کے باعث آپ کی رعیّت بہت خوشحال اور فارغ البال ہوگئی۔

نزولِ زبور

اس وقت بنی اسرائیل کے نیک دل لوگ توراۃ کے احکام کے مطابق

عمل کرتے تھے۔ اور اسے الہامی کتاب مانتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر بھی ایک کتاب اتاری۔ جسے زبور کہا جاتا ہے۔ اس کتاب میں تورات کی تعلیمات کی تصدیق کے علاوہ اور بھی چند نئے احکام تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو از سرِ نو زندہ فرمایا اور قوم کو نیکی کے راستے پر چلنے کی ہدایت کی۔

زبور میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف و توصیف کے گیت تھے۔ حضرت داؤدؑ کی آواز بہت شیریں، دلکش اور سُریلی تھی۔ آپ جب اپنے خاص لب و لہجہ کے ساتھ اور خاص کیف و سرور کی حالت میں زبور کے گیت پڑھتے۔ تو انسان اور دوسرے ذی روح تو کیا نباتات اور جمادات بھی وجد کرنے لگ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ "لحن داؤدی" خوش آوازی کے لئے آج تک ضرب المثل ہے۔ ان کی اس صفت کی قرآن پاک میں بھی تعریف کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے ہاں سے ایک یہ معجزہ بھی ملا ہوا تھا۔

کہ آپ کے ہاتھوں میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپ لوہے کی زرہیں بنا بنا کر فروخت کرتے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ضروریات زندگی مہیا فرماتے۔ بادشاہ ہونے کے باوجود آپ شاہی خزانہ سے ایک پائی یا غلّے کے انبار میں سے ایک حبّہ بھی ذاتی استعمال کے لئے نہ لیا کرتے۔ کیونکہ آپ کا ہر کام محض رضاجوئی حق تعالیٰ اور خدمت خلق کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اور کسی قسم کے معاوضہ یا بدلہ کا ذرّہ برابر بھی خیال آپ کو نہ ہوتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی بنائی ہوئی زرہیں آپ کی دیانتداری کے باعث بہت اچھی اور مضبوط ہوتیں۔ چنانچہ اس وقت کے بہادر اور فوجی لوگ انہیں بہت شوق سے خریدتے۔ اس سے جہاں آپ کو مالی فائدہ پہنچا۔ وہاں آپ کی دیانتداری۔ ایمانداری کا بھی چرچا ہوگیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤدؑ پرندوں اور جانوروں کی بولیاں سمجھ لیا کرتے تھے۔ بلکہ بولتے بھی تھے۔ اس ملکہ کے باعث لوگ آپ کی اور بھی قدر و منزلت کرنے لگے۔ خدا

تعالیٰ نے آپ کو حضرت سلیمانؑ جیسا با اقبال اور بلند نصیب بیٹا بخشا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کو پرندوں اور جانوروں کی بولیوں کا علم ورثتہً حضرت داؤدؑ سے ہی ملا تھا۔

روایات میں آیا ہے۔ کہ آپ میں یہ معجزانہ کمال بھی تھا۔ کہ آپ بہت ہی تھوڑے وقت میں پوری توراۃ پڑھ لیا کرتے تھے۔

انتقال

اکثر کتب میں لکھا ہے کہ آپ کا انتقال سو سال کی عمر میں شہر صیہون میں ہوا اور آپ کو وہیں خاکِ لحد میں آسودہ کیا گیا۔

---

(۷)

حضرت سُلیمان علیہ السّلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے انتقال پر ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کو منصب نبوّت پر سرفراز فرمایا گیا۔ یہ اس وقت جوان تھے۔۔ اس لئے اپنے والد محترم کے جانشین بنے۔

اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح آپ

کو بھی خداوند تعالیٰ نے پرندوں۔ چرندوں اور درندوں کی بولیاں سمجھنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ ہوا بھی آپ کی مسخّر تھی۔ چنانچہ ہوا آپ کے تخت کو صبح و شام اڑا کر مختلف دیار و امصار میں پھرایا کرتی تھی۔ اور یہ سیر اس قدر تیز ہوتی۔ کہ ان چند گھنٹوں میں آپ ایک ایک ماہ کے سفر کا فاصلہ طے فرما لیا کرتے۔ اور اپنی مملکت کا دورہ کرتے۔ انسانوں کے علاوہ جنّ بھی آپ کے تابع فرمان تھے۔ اور یہ آپ کی ایک بہت بڑی فضیلت تھی۔ کہ ایسی سرکش قوم آپ کی مطیع تھی۔

تعمیر مسجد اقصیٰ

ملک شام میں ایک شہر بیت المقدّس ہے جسے یروشلم کے نام سے پکارتے تھے۔ اس شہر میں حضرت سلیمانؑ نے ایک مسجد بنوائی۔ جسے مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔ اس عمارت میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنّوں سے بھی کام لیا اور ان کے ذمّہ دور دراز سے پتھر اور سمندروں سے بیش قیمت موتی اور گراں مایہ جواہرات لانا تھا۔ چنانچہ وہ عمارت اپنی اسی شان و شوکت اور سج دھج

کے ساتھ آج تک موجود ہے۔

یہی وُہ بیت المقدس ہے۔ جو بنی اسرائیل کا قبلہ رہا۔ اور ہر نبی نے اپنی اُمت کو اس طرف رُخ کرکے خدائے واحد کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ جب ہمارے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس معمورۂ عالم میں رونق افروز ہوئے۔ اور آپ کو تاج ختم نبوت عطا ہوا تو آپ بھی اسی مسجد کی طرف رُخ فرماتے رہے۔ مکی زندگی کا تیرہ سالہ دور اور مدنی زندگی کے پہلے دو سالوں میں آپ نے اسی طرف رُخ کرکے نماز ادا فرمائی لیکن چونکہ آپؐ کی دلی تمنا یہ تھی۔ کہ آپؐ کا اور آپؐ کی اُمت کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو۔ جو مکہ مکرمہ کی مسجدِ حرام میں ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ میں دوسرے سال آپ کو خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ اس دن سے مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہے۔

اس بیت المقدس کو یہ شرف بھی حاصل ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ تو آپ سب سے پہلے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس

ہی تشریف لائے۔ جہاں دوسرے انبیاء کرام آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں تمام انبیاء کے ساتھ دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ اور پھر اس کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں خداوند تعالیٰ کی ایسی تعریف و توصیف ارشاد فرمائی۔ کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کی مدد سے اس خوبصورت عمارت کو جو فن تعمیر کا ایک بےنظیر شاہکار ہے کئی سالوں میں مکمل فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی۔ جس پر اسم اعظم کندہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی بدولت جنوں اور انسانوں پر حکومت کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے وہ انگوٹھی کہیں گر گئی۔ اور شیطان کے ہاتھ آ گئی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام تاج و تخت سے محروم ہو گئے۔ ایک عرصہ تک یہی حال رہا۔ اس دوران میں آپ خداوند تعالیٰ کی اس نعمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے

دعائیں اور التجائیں کرتے رہے۔ آخر خداوند تعالیٰ نے
اُن کی دعا قبول فرمائی۔ اور وہ انگوٹھی شیطان کے ہاتھ
سے دریا میں گر گئی۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے اس انگوٹھی
کو کسی مچھلی نے نگل لیا۔ اتفاق سے کسی طرح وُہ
مچھلی حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچ گئی۔ اس کو جو
چیرا گیا۔ تو وہ انگوٹھی باہر نکل آئی۔ حضرت سلیمانؑ
نے اس کو فی الفور پہن لیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم
سے حسب سابق تاج و تخت حکومت پر فائز ہو گئے
آپ نے اسی وقت خداوند تعالیٰ کی جناب میں سجدہ
کے لئے سر جھکا دیا اور کافی دیر تک اس کی حمد
و ثنا کہتے رہے ؛

حضرت سلیمان علیہ السلام کا وادی نمل سے گذر

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاتعداد لشکر اور درباریوں سمیت بڑے
نشان و شوکت کے ساتھ سفر فرما رہے تھے۔ کہ آپ
کا گذر ایک ایسی وادی میں ہوا۔ جہاں چیونٹیاں
بکثرت آباد تھیں۔ اور انہی کے باعث اس وادی کا نام
ہی وادیٔ نمل یعنی چیونٹیوں کی وادی مشہور تھا۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کے لاؤ لشکر کو دیکھ

کر چیونٹیوں کے سردار نے اپنی قوم کو حکم دیا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بے پناہ لشکر آ رہا ہے۔ تم سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ تاکہ تم ان کے لشکریوں کے پاؤں تلے روندے اور مسلے نہ جاؤ"

حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کے سردار کی یہ بات سن کر ہنس پڑے۔ اور فرمانے لگے "اے خدا تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر بہت احسانات فرمائے ہیں۔ مجھے توفیق دے۔ کہ میں ان احسانات کا کچھ تو بدلہ اتار سکوں۔ اور تو مجھے ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہوں اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما"

ملک سبا اس زمانے میں عرب کے صوبہ یمن پر ایک عورت حکومت کرتی تھی۔ جس کا نام بلقیس تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ ان کے دربار میں تمام اقسام کے جانور چرند اور پرند۔ اُمرا اور وزرا اپنے اپنے مقام پر حاضر رہا کریں۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے دربار لگایا اور تمام درباریوں کا جائزہ لیا۔ تو

معلوم ہوا کہ ہُدہُد پرندہ غیر حاضر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بہت خفا ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ "آج ہُدہُد دربار سے کیوں غیر حاضر ہے۔ اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان نہ کی۔ تو اسے شدید ترین سزا دی جائے گی"

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ہُدہُد حاضر ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ تو عرض کرنے لگا "جہاں پناہ! میں آج سیر کرتا ہوا اتفاق سے ملکِ یمن میں جا پہنچا وہاں میں نے یہ عجیب بات دیکھی۔ کہ اس ملک کی عنانِ حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ جسے ملکہ سبا کہتے ہیں۔ خدا نے اسے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ دولت، حشمت، عزّت و نشان سب کچھ ہے۔ لیکن ان کے علاوہ اس کے پاس ایک خاص قابلِ ذکر چیز ہے۔ اور وہ اس کا ایک عظیم الشان تخت ہے۔ مگر افسوس کہ شیطان نے اُسے گمراہ کر رکھا ہے۔ اور وُہ اور اس کی تمام رعیّت کے لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالےٰ کے منکر ہیں:

حضرت سلیمانؑ کا خط ملکہ سبا کے نام

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو پیغام حق پہنچانے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ وہ اس خداوند تعالےٰ کے دروازے پر آ جائے۔ جس نے اُسے اس قدر انعامات و اکرامات سے نوازا ہوا تھا۔ اس سے آپ کا مقصد یہ بھی تھا۔ کہ ہُدہُد کے جھوٹ اور سچ کا امتحان ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اُسے مندرجہ ذیل خط لکھا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

"یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا جاتا ہے۔ جو بہت بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ تم سرکشی نہ کرو اور تکبر و غرور کو ترک کر کے میرے پاس خداوند تعالیٰ کی فرماں بردار بن کر تم آجاؤ۔"

آپ نے وہ خط ہُدہُد کو ہی دیا۔ اور اُسے تاکید کی۔ کہ بہت جلد اس کا جواب لے آئے ہُدہُد نے اُسے چونچ میں لے لیا اور ہوا ہوگیا۔

شہرِ سبا میں پہنچ کر اُس نے وہ خط ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔ ملکہ نے اُسے کھولا۔ اور اپنے تمام درباریوں کو سنا کر ان سے مشورہ طلب کیا۔

درباریوں نے دیکھا کر ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط سے مرعوب ہوگئی ہے۔ تو وہ اُسے تسلی دینے لگے اور کہنے لگے۔ محترم ملکہ! گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ہم طاقتور ہیں اور جنگی قوت کے مالک ہیں۔ اگر (حضرت) سلیمانؑ ہم پر دست درازی کریں گے۔ تو ہم ان کا پورا پورا مقابلہ کریں گے۔

لیکن ملکہ بلقیس پر کچھ ایسا رُعب طاری ہوا کر کہنے لگی۔ میرے درباریو! بے شک تم لوگ طاقتور ہو۔ اور ہمارے پاس مضبوط فوج بھی ہے۔ لیکن اس معاملہ میں جلد بازی اور جوش سے کام نہ لو۔ بلکہ اس خط کا جواب ٹھنڈے دل اور خوب غور سے سوچ سمجھ کر دو۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ ہم ان کے پاس بیش قیمت تحائف بھیجیں۔ اگر وہ معمولی بادشاہ ہوئے۔ تو ان کو لے کر مطمئن ہو جائیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے پھر بھی اپنی بات پر

اصرار کیا۔ تو پھر وہ بے شک نبی اللہ ہوں گے۔ جن کا مقابلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں ہوگا۔"

ملکہ کے درباریوں نے اس رائے کو قبول کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بہت سے نادر تحفے بھیجے۔ آپ نے ان تحائف کو دیکھ کر فرمایا۔" ملکہ نے میرے خط کا مطلب غلط سمجھا ہے۔" آپ نے سفیروں کو مخاطب کر کے فرمایا۔" تم دیکھ رہے ہو کہ میرے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تم یہ اشیاء واپس لے جاؤ۔ اور ملکہ سے کہہ دو۔ کہ اگر اس نے میرے پیغام کی تعمیل نہ کی۔ تو میں ایک طاقتور اور بے انداز لشکر لے آؤں گا۔ اور اُسے ذلیل و خوار کر کے اس ملک سے نکال دوں گا۔"

ملکہ سبا کے سفیر جب یہ پیغام لے کر واپس پہنچے۔ تو اس نے پھر دربار طلب کیا اور کہا" میرے درباریو! میں نے تو خیال کیا تھا۔ کہ تحائف پر بات ٹل جائے گی اور سلیمانؑ مطمئن ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں نے حملہ کرنے کی دھمکی ہے۔ اور جب بادشاہ کسی ملک میں فتح مندانہ طور پر داخل ہوتے ہیں۔ تو اس ملک کے برسراقتدار لوگوں کو ذلیل

کر دیتے ہیں۔ اس لئے میری رائے یہ ہے۔ کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو جانا بہتر اور مناسب ہے۔" درباریوں نے بھی ملکہ کی تائید کی اور وہ روانہ ہو پڑی ؂

ملکہ سبا کی روانگی

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ملکہ کی روانگی کا علم ہوا۔ تو آپ نے دربار منعقد فرمایا اور اعلان کیا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے۔ جو ملکہ کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں لے آئے ؂

تختِ بلقیس کا بیت المقدس آنا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعلان پر ایک جن جس کا نام عفریت تھا۔ اُٹھا اور کہنے لگا۔" یا نبی اللہ! میں اس تخت کو دربار کے برخواست ہونے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ اور میں طاقتور اور امین ہوں" حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس جن کی پیش کش قبول نہ فرمائی۔ تو ایک شخص جو کتب سماوی کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ کہنے لگا۔" خدا کے رسول! میں ملکہ سبا کے تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔" چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جونہی آنکھ جھپکی۔ تو تخت کو اپنے

سامنے موجود پایا۔ اس پر آپ نے خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ جس نے آپ کے درباریوں کو یہ روحانی طاقت بخشی تھی۔ کہ وہ سینکڑوں میل کی مسافت سے ایک مادی اور کئی من وزنی چیز کو چشم زدن میں لاسکتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے۔ کہ یہ شخص آپ کا وزیر آصف بن برخیا تھا۔ جو ایک عالم باعمل شخص تھا بیشک خداوند تعالیٰ کے کلام پر عمل کرنے سے دنیا کی ہر چیز مسخر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے متعلق جو قرآن مجید کے کامل عامل تھے۔ تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ دریاؤں اور جنگلی درندوں وغیرہ نے ان کا کہا مانا اور ان کی اطاعت کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کی ہیئت کسی قدر بدل دینے کا حکم دیا۔ تاکہ ملکہ بلقیس کی عقل و دانش کا امتحان لیا جا سکے۔ جب ملکہ بیت المقدس میں پہنچ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو آپ نے تخت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "کیا یہ تمہارا تخت ہے؟"

ملکہ نے جواب دیا۔ "یہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔" اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ "یہ تمہارا ہی تخت ہے۔ خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے میں نے اُسے تمہارے پہنچنے سے پہلے یہاں منگوا لیا تھا۔" اس کے بعد ملکہ آپ کے شاہانہ جاہ و جلال اور پیغمبرانہ خصائل و شمائل دیکھ کر مسلمان ہوگئی۔ اب حضرت سلیمانؑ اُسے اپنے محل میں لے گئے۔ جو شیشے کا بنا ہُوا تھا۔ راستہ میں ایک جگہ اس قسم کا فرش بنا ہوا تھا۔ کہ ملکہ نے اُسے پانی سمجھا۔ ملکہ نے اس میں سے گذرنے کے لئے اپنی شلوار کے پائنچے چڑھا لئے۔ اس پر کسی نے آواز دی۔ یہ پانی نہیں بلکہ شیشے کا کرشمہ ہے۔ ملکہ بہت کھسیانی ہوئی اور کہنے لگی یا اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ لیکن اب میں تیری ذات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لائی ہوں۔ کیونکہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی چند عجوبے ملکہ کو دکھائے گئے۔ جن کو دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوئی۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے نکاح کر لیا۔ اور وہ کچھ عرصہ تک آپ کے پاس قیام کرکے اپنے ملک میں واپس چلی گئی۔ اس کے بعد بھی وہ اکثر ان کے پاس آتی رہی۔

وفات حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ آپ کے حکم سے جن بیت المقدس کی شاندار عمارت میں کچھ کام کر رہے تھے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت آن پہنچا۔ آپ اس وقت عصا تھامے کام کی نگرانی کے لئے پاس ہی کھڑے تھے۔ اور جن آپ کی موجودگی کے باعث بڑی محنت اور اطاعت سے کام کر رہے تھے۔ آپ نے سوچا کہ میری وفات کا علم ہو جانے پر جن کام چھوڑ دیں گے۔ اور ادھر موت کا وقت ٹل بھی نہ سکتا تھا۔ اس لئے آپ اچھی طرح لاٹھی کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کر لینے کی اجازت دی۔ انہوں نے آپ کی روح قبض کر لی۔ لیکن آپ سہارا لئے بدستور کھڑے رہے۔ جنّوں کو آپ کی وفات کا علم نہ ہوا۔ اور وہ اسی طرح مستعدی سے اپنے کام میں لگے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک سال تک آپ اسی طرح کھڑے رہے۔ اور جن بھی برابر کام میں لگے رہے۔ آخر ان کی لاٹھی کو دیمک نے چاٹ لیا اور وہ کمزور ہو کر آپ کا بوجھ برداشت نہ کر سکی۔ اور ٹوٹ گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اب کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر گر پڑے۔ اب

جنوں کو معلوم ہوا، کہ حضرت سلیمانؑ تو فوت ہو چکے تھے۔ وہ اپنی لاعلمی اور بے خبری پر بہت متاسف ہوئے اور آپس میں کہنے لگے افسوس! کہ ہم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا علم نہ ہوسکا۔ اور ہم بلاوجہ ان کے خوف سے محنت اور مشقت کرتے رہے"۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کا علم ہوتے ہی وہ سرکشی کرنے لگ گئے اور کام چھوڑ بیٹھے کیونکہ وہ طاقت جو ان کو مطیع و منقاد کئے ہوئے تھی اب ختم ہو چکی تھی۔

حضرت سلیمانؑ کی دعوت عام

بعض کتب میں حضرت سلیمانؑ کے متعلق ایک عجیب و غریب حکایت درج ہے کہ آپ نے جب اپنے اوپر خداوند تعالیٰ کا اتنا فضل و کرم دیکھا کہ اس منعم حقیقی نے ان کو روحانی اور مادی بادشاہی عطا فرمائی ہے یعنی آپ کو پیغمبری اور بادشاہی دونوں نعمتیں حاصل ہیں۔ تو آپ نے جذبۂ شکر گذاری سے متاثر ہوکر ایک دن دربار رب العلمین میں درخواست کی۔ کہ" اے رب العالمین! میری التجا ہے کہ جب تو نے مجھ پر اس قدر احسانات فرمائے ہیں تو مجھے اجازت دے کہ میں تیری تمام مخلوق کو ایک وقت کا کھانا کھلاؤں تاکہ تیرے انعامات و احسانات کا کچھ شکریہ ادا کرسکوں"۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا سلیمان! بیشک تیرا جذبہ شکر گذاری صحیح ہے۔ لیکن تیرا یہ خیال

ناقابلِ عمل ہے۔ اپنی مخلوق کو روزی پہنچانا میرا ہی منصب ہے۔ اور تو اس سے عہدہ برآ نہ ہوسکے گا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی درخواست پر مصر رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اگر تم اپنی ضد سے باز نہیں آتے اور اپنی درخواست پر اڑے ہوئے ہو تو بتاؤ کہ کس دن اور کس وقت کا کھانا دو گے تاکہ میں اس چیز کا اپنی مخلوق میں اعلان کر دوں"

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی درخواست کی قبولیت کے شکرانے میں سربسجود ہو گئے اور عجز و نیاز سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر آپ نے آٹھ مہینوں کی مہلت طلب کر کے اس کے بعد کے ایک دن کی صبح کا کھانا دینے کی اجازت چاہی۔ خداوند تعالیٰ نے منظور فرما لیا۔ اور فرمایا۔ "اچھا! ہم اپنی مخلوق میں اعلان کئے دیتے ہیں تم جاؤ اور اس کے متعلق انتظامات میں لگ جاؤ۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوراً اپنے درباری جنوں اور انسانوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تمام حالات پیش کر کے حکم دیا کہ فلاں میدان میں جو بہت وسیع اور کشادہ ہے ہر قسم کے کھانے پکوانے شروع کر دو۔ اور ذخیرہ کرتے جاؤ۔ اس کے ساتھ آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ ان کھانوں کو ٹھنڈا نہ ہونے دے سینکڑوں بلکہ ہزاروں جن اور انسان اس کام پر لگ گئے۔ ہر قسم کے پُر تکلّف اور سادہ کھانے پکنے لگے اور چند دنوں میں کھانوں کے انبار لگ گئے۔

آخر وہ دن بھی آ پہنچا جس کی صبح کا کھانا حضرت سلیمانؑ کو دینے کی اجازت ملی تھی۔ آپ وقتاً فوقتاً اس میدان میں جا کر کام کا جائزہ لیتے

بتنے تھے کھانوں کے انبار در انبار دیکھ کر آپ خوش تھے۔ وقت مقررہ پر آپ اپنے محل کے جھروکہ میں بیٹھ گئے تاکہ مخلوقات عالم کو اپنے دسترخوان پر کھانا دیکھیں اور خداوند تعالیٰ کے اس احسان کا شکر یہ ادا کریں جس نے انہیں اپنی تمام مخلوقات کا میزبان بننے کا شرف عطا فرمایا۔ آپ اپنے اس سرور بخش اور کیف آور جشن میں مست تھے اور خدا کی حمد و شکر کے ترانے گا رہے تھے۔ کہ ایک بہت بڑی کوہ پیکر مچھلی آئی اور کہنے لگی یا سلیمانؑ میں نے سنا ہے کہ آج اس وقت کا کھانا ہمیں آپ دے رہے ہیں۔ حضرت نے سر جھکایا اور فرمایا بلاشک و شبہ رزاق خداوند تعالیٰ کی ذات ہے۔ البتہ اس نے اپنی مہربانی اور رعایت سے مجھے اپنی مخلوق کو اس ایک وقت کا کھانا دینے کا شرف بخشا ہے۔"

مچھلی نے عرض کیا۔ حضرت میں اس میدان سے تو ہو آئی ہوں اور وہ سب کھانا جو اتنے عرصے میں آپ کے جن اور انسان کارندوں نے انبار در انبار جمع کر رکھا ہے اکیلی کھا آئی ہوں۔ لیکن وہ تمام کھانا میرا ایک لقمہ بنا ہے اور خداوند عالم مجھے ہر روز ایسے تین لقمے صبح اور اتنی قدر شام کو عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں باقی کھانے کے لئے حاضر آئی ہوں تاکہ میں بھوکی نہ رہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب سنا کہ جو کھانا ان کے ہزار ہا کارندے آٹھ مہینوں میں دن رات کام کر کے تیار کر سکے، وہ تمام کا تمام یہ مچھلی ایک لقمہ کر آئی ہے۔ اور ابھی اور طلب کرتی ہے۔ تو آپ کو اپنی بے بضاعتی اور خداوند تعالیٰ کی صفت ربوبیت کی وسعت کا اندازہ ہو گیا۔ آپ

اپنی جرأت پر نادم ہوئے۔ اور دیر تک سر بسجود ہو کر استغفار پڑھتے رہے۔

بعض کتب میں لکھا ہے۔ کہ جب آپ کو اپنی جرأت اور جسارت کا علم ہوا۔ اور خداوند تعالیٰ کی صفت ربوبیت کی شان ملاحظہ فرمائی، تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد جب آپ کو ہوش آئی۔ تو آبدیدہ ہو کر خداوند تعالیٰ سے معافی کے طالب ہوئے ؛

Shahid
Roll No:-
7064

11047

196

گلستانِ نبوت کے سات پھول

یعنی

حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یونسؑ حضرت ایوبؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے مختصر حالات

مصنفہ:۔ امین بھٹی جبین بھٹی

پبلشرز مکتبہ دین و دنیا ۲۱۸ شادباغ لاہور

بار اوّل

قیمت تین روپے